قصائد قاسمی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی
بانی دارالعلوم دیوبند

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

تحقیق/تدوین/ترتیب
ندیم احمد انصاری
ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فائونڈیشن، انڈیا

حجۃ الاسلام اکیڈمی
دارالعلوم وقف دیوبند

قصائدِ قاسمی

بانی دارالعلوم دیوبند

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادبی شاہ کار

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی وعلمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین ٹیلیگرام چینل

تحقیق/تدوین/ترتیب

ندیم احمد انصاری

ڈائریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

ناشر

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دارالعلوم وقف دیوبند

قصائدِ قاسمی

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا ادبی شاہ کار

طبع اولیٰ: ۱۴۴۲ھ-۲۰۲۱ء

ISBN: 978-93-84775-18-6

باهتمام: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند، سہارنپور، یوپی، الہند

جملہ حقوق بحق ناشر: حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند محفوظ ہیں۔

Copyright © Hujjat al-Islam Academy
Darul Uloom Waqf Deoband
All rights reserved.

Hujjat al-Islam Academy
Aljamia Al-Islamia Darululoom Waqf Deoband
Eidgah Road, P.O. 247554, Deoband
Distt. Saharanpur U.P. INDIA
Tel : +91-1336-222352, Mob: +91-9897076726
Email : hujjatulislamacademy2013@gmail.com
hujjatulislamacademy@dud.edu.in
Website : http://www.dud.edu.in
Printed at: Mukhtar Printing Press, Deoband

فہرست مضامین

پیش لفظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بانیٔ دارالعلوم دیوبند حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ کی علمی، فکری، تعلیمی، تحریکی، اور تصنیفی و تحقیقی حیات کا دورانیہ زمانی لحاظ سے اگرچہ نصف صدی سے کم عرصہ کو محیط ہے لیکن ذات حق جل مجدہ جب کسی شخصیت کو کسی خاص کام یا مختلف الجہات کارہائے باعظمت کی تکمیل کے لئے منتخب فرماتے ہیں تو عرصۂ حیات کے اختصار میں ہی ایسی برکات ربانی کو ودیعت فرمادیتے ہیں جو نسلوں کی صلاح و اصلاح کے لیے افادہ و استفادہ کے نقطۂ نظر سے منزل مقصود کی راہنمائی کے حوالے سے صدیوں پر محیط ادوار کے لیے مشعل راہ کا کام دیتی ہیں، مختلف الجہات میدانوں میں اسلام کی چودہ سو سالہ قرطاس تاریخ ایسی عبقری اور مجموعۂ صفات شخصیات کے تذکروں اور ان کے عدیم المثال کارناموں اور ان کے تذکروں کے نقوش سے روشن ہے جن کا عرصۂ حیات کے تناظر میں جب جائزہ لیا جاتا ہے تو انسان پر ورطہء حیرت کی کیفیت طاری ہوجانے کے ساتھ اس کے معنوی اثرات جذبۂ تحریک کو بھی جلاء بخشتے ہیں اور یہ ہی جذبۂ تحریک ہے جو آنے والی نسلوں میں مقاومت آموز قوت فکر و عمل کو بیدار رکھنے میں مہمیز دیتا ہے، علاوہ ازیں یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ میدان عمل کوئی بھی ہو اس میں بدلتے ادوار کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ارتقائی نتیجہ خیزی کے لیے اپنی فکری اساس سے مضبوط ارتباط بھی بہرحال ضروری ہے، بالخصوص اسلامی علوم و معارف اور فکر و فن کے تنوعات میں اس ارتباط کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔

برصغیر میں بالخصوص اور عالمی سطح پر بالعموم دوائر علمیہ و اجتماعیہ سے تعلق رکھنے والے اصحاب علم و فضل نے ایسی ہی عبقری شخصیات کے سلسلۃ الذہب میں حضرت الامام النانوتویؒ کا ان کے ہمہ جہت امتیازات و اختصاصات کے ساتھ مجموعۂ صفات اور ہشت پہلو شخصیت کی حیثیت سے تعارف کرایا ہے جنہوں نے اپنی نصف صدی سے بھی کم محض ۴۹ سالہ مختصر ترین حیات عمل میں اسلامی و قومی خدمات کے سلسلہ میں جو عظیم تر کارہائے نمایاں انجام دیے ہیں وہ

اپنے وسیع تر مؤثرات کے حوالے سے صدیوں کی وسعت کے حامل تھے جنہیں ہندوستان ہی نہیں بلکہ پوری اسلامی دنیا کبھی فراموش نہیں کرسکتی ہے، حضرت الامامؒ اپنے نورِ معرفت اور ایمانی فراست سے نہ صرف اپنے عہد میں ملت اسلامیہ کے حوصلہ شکن ہمہ جہت احوال کی دینی و معاشرتی اصلاح کو ہی پیش نظر رکھتے ہوئے مدۃ العمر ساعی رہے بلکہ ملک پر قابض غیر ملکی استبدادی قوتوں کے اسلام اور ملت اسلامیہ کے تئیں مستقبل کے حوالے سے ظالمانہ و جابرانہ عزائم کا بروقت ادراک فرماتے ہوئے جہاں ایک طرف باشارات غیبی عیسائی مشنری کے مذموم مقاصد کو اپنی مناظرانہ قوت استدال سے ناکام و نامراد بنایا وہیں دوسری جانب ملت اسلامیہ کے ایمان وعقائد کے دوررس نتائج کے حامل تحفظ کے نقطۂ نظر سے حریت وطن کے لیے اپنی ہمہ جہت تحریکی مصروفیات نیز اپنی علمی و تعلیمی، تصنیفی و تحقیقی اور اصلاحی مشغولیات کے علی الرغم دارالعلوم دیوبند کے قیام کے انقلاب آفریں فکر انگیز منصوبہ کو للّٰہیت سے سرشار اپنی مخلص جماعت رفقائے کار کے تعاون سے منصۂ شہود پر لائے جس میں پائی جانے والی للّٰہیت واخلاص کامل کی عطر بیزیوں کی مہکار سے آج ڈیڑھ سو سال گذر جانے کے باوجود بھی نہ صرف ہندوستان میں بلکہ برصغیر میں بالخصوص اور عالمی سطح پر بالعموم اسلامی معاشرہ مدارس ومکاتیب کی صورت میں منور ومعطر اور دین وعقائد کی حفاظت کے حوالے سے قائدانہ کردار کا حامل ہے، اور اسی ضمن و ذیل میں بحمداللہ و بفضلہٖ اپنے بانی کی فکری اساس اور راہنما اصولوں سے ہمہ جہت معنوی ارتباط کے ساتھ عہد بہ عہد وقت کے تقاضوں سے ہم آہنگ ہوکر دارالعلوم وقف دیوبند ان کی عظیم تر روحانی و باطنی میراث کے محافظ کے بطور قدم بہ قدم اپنی ارتقائی منازل واہداف کی جانب گامزن ہے جس کے علمی منصوبوں میں دارالعلوم دیوبند کے اسلاف و اکابر کی بلند پایہ تصنیفات وتالیفات سے بالعموم اور بانی دارالعلوم دیوبند حضرت الامام النانوتویؒ کے آفاقی فکرو منہج سے عصر حاضر میں نوجوان نسل کی فکری پرواز ومستوی کے تناظر میں آج کے بین الاقوامی اصول تحقیق وریسرچ کی اساس پر عربی انگریزی اور اردو ہندی زبانوں میں بلند پایہ تراجم کے ذریعہ متعارف کرانا ادارہ کے ترجیحی منصوبہ سازی کا ایک کلیدی حصہ ہے جس کو عہد رواں کے

اصحاب علم وفضل نے جماعت کی جانب سے ادارہ کے اس کارہائے باعظمت کوفرض کفایہ قرار دیا ہے جو کہ ادارہ کے نائب مہتمم جناب مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی صاحب اوران کی جواں سال جماعت رفقائے کار کی مخلصانہ وشبانہ روزجہود کے زیرانتظام دارالعلوم وقف دیوبند کے شعبۂ بحث وتحقیق حجۃ الاسلام اکیڈمی کے ذریعہ سے برسرعمل ہے۔

اسی علمی وتحقیقی سلسلۂ ذہب کے حوالے سے بانئ دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ادبی نگارشارات پر مشتمل قصائد قاسمیہ ہے جسکو اصول تحقیق کے مروجہ معیار پر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن کے جواں سال ڈائریکٹر محترم جناب ندیم احمد انصاری صاحب نے عرق ریز محنت وکاوش کے ساتھ مرتب ومدون کیا ہے، فارسی کے مقولہ ''ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است'' کے مصداق حضرت نانوتویؒ کے ہمہ جہت کمال علم کا دائرہ اشاعت علوم اسلامیہ کے علاوہ ذوق ادبیات کوبھی محیط تھا اور ذات حق جل مجدہ نے عربی، فارسی اوراردو زبان وادب پر بھی مہارت تامہ سے سرفراز فرمایا تھا، آپ کا یہ وجدانی ذوق نعتیہ اشعار در مدح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرائے میں ڈھل کر جہاں ایک طرف نبی کریم علیہ الصلوۃ والسلام سے سحر انگیز ومعنی آفریں والہانہ عشق ومحبت اورآپ کے درون قلب سوز وگداز کا عکاس ہے وہیں دوسری جانب اپنے اسلاف واکابر سے حقیقت افروز اساس پر بصیرت مندانہ تعلق وعقیدت کا بھی مظہر ہے جس کومحض توفیق حق سے ہی معنون کیا جاسکتا ہے۔

حق تعالی جل مجدہ کی بارگاہ ذوالکرم میں دعاء گو ہوں کہ مرتب مکرم کی جانفشاں محنتوں کاوشوں کوحسن نیت اور حجۃ الاسلام اکیڈمی کے حسن کارکردگی کی بنیاد پر عنداللہ قبولیت اور عندالناس مقبولیت سے بہرہ ورفرمائیں۔آمین

محمد سفیان قاسمی
مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند
مورخہ ۸: رجب المرجب ۱۴۴۲ھ

علماء دیوبند کے علوم کا پاسبان
دینی و علمی کتابوں کا عظیم مرکز ٹیلیگرام چینل
حنفی کتب خانہ محمد معاذ خان
درس نظامی کیلئے ایک مفید ترین
ٹیلیگرام چینل

مُقَدِّمَہ

ندیم احمد انصاری

ڈیریکٹر الفلاح اسلامک فاؤنڈیشن، انڈیا

محدِّث، فقیہ، صوفی، متکلم، مناظر، مجاہدِ آزادی، بانی دارالعلوم دیوبند حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس اللہ سرہٗ کی مکمل حیات عظیم علمی و دینی کارناموں کی انجام دہی میں بسر ہوئی، لیکن آپ کی زندگی کا سب سے روشن پہلو دارالعلوم دیوبند کا قیام ہے، جس نے ملک کے طول وعرض میں مدارسِ اسلامیہ کا جال پھیلا کر دینی علوم کے پرچم لہرا دیے۔

دارالعلوم کی حیثیت ایک مدرسے کی نہیں بلکہ ایک عظیم دینی تحریک کی تھی۔ پورے ملک کے مدارس اسی تحریک کا ثمرہ ہیں، اسی لیے اسے بہ جا طور پر'ام المدارس' کہا جاتا ہے۔ آیندہ زمانے میں اس تحریک نے اپنا دایرہ مزید وسیع کیا اور اس کے فیض یافتگان نے دنیا کے چپّے چپّے میں علمِ دین کے جھنڈے گاڑ دیے۔ یہ سب حضرت نانوتویؒ اور آپ کے موفّق رُفقا کی عنداللہ مقبولیت کا ثمرہ ہے۔

مولانا نانوتویؒ علم و عمل ہر دو میدان کے شہ سوار تھے۔ آپ اس دنیا میں قلیل مدّت رہے، لیکن ایسے عظیم کارہائے نمایاں انجام دیے، جنھیں دیکھ کر آنکھیں خیرہ رہ جاتی ہیں۔ شورش کاشمیریؒ نے بہ جا کہا تھا؎

اس میں نہیں کلام کہ دیوبند کا وجود
ہندوستاں کے سر پہ ہے احسانِ مصطفیٰ
تا حشر اس پہ رحمتِ پروردگار ہو
پیدا کیے ہیں جس نے فدایانِ مصطفیٰ
گونجے گا چار کھونٹ میں نانوتوی کا نام
بانٹا ہے جس نے بادۂ عرفانِ مصطفیٰ

افسوس کہ تقریباً ڈیڑھ سو سال کا عرصہ گزرنے کے بعد بھی آپ کے علمی و عملی کارناموں کو جس شرح و تفصیل کے ساتھ منظرِ عام پر لایا جانا چاہیے تھا، اب تک نہیں لایا جا سکا۔ اس کا ایک اہم سبب یہ ہے کہ ’خود آپ کے مزاج میں استغنا اور عجز و انکسار اس درجے تھا کہ علما کی مخصوص وضع جبّہ و دستار کبھی استعمال نہیں کیا۔ تعظیم سے بہت گھبراتے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ اس نام کے علم نے خراب کیا، ورنہ اپنی وضع کو ایسی خاک میں ملاتا کہ کوئی یہ بھی نہ جانتا کہ قاسم نامی کوئی شخص پیدا بھی ہوا تھا۔ جن امور میں نمایاں ہونے کا موقع ہوتا، اُن سے عموماً دور رہتے تھے‘۔(۱)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو بے پناہ صلاحیتوں سے نوازا تھا۔ دارالعلوم دیوبند کے اول صدر مدرس مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ تحریر فرماتے ہیں کہ ’جناب مولوی صاحب لڑک پن سے ذہین، طباع، بلند ہمت، تیز، وسیع حوصلہ، جفاکش، جری، چست و چالاک تھے۔ مکتب میں اپنے ساتھیوں سے مدام اول رہتے تھے۔ قرآن شریف بہت جلد ختم کرلیا۔ خط اس وقت سب سے اچھا تھا۔ نظم کا شوق اور حوصلہ تھا۔ اپنے کھیل اور بعضے قصّے نظم فرماتے اور لکھ لیتے (لیکن اس

(۱) تاریخِ دارالعلوم: 1/115

وقت کے کلام میں سے کچھ دستیاب نہیں)۔ چھوٹے چھوٹے رسالے اکثر نقل کیے۔(۱)

مولانا نانوتویؒ کو بچپن سے ہی شعر و سخن کا ذوق اس لیے بھی تھا کہ فطری صلاحیتوں کے علاوہ آپ کے نانا باقاعدہ شاعر تھے۔ مولانا یعقوب نانوتویؒ نے لکھا ہے کہ 'حضرت مولانا وجیہ الدین صاحب نانوتویؒ فارسی بہت عمدہ جانتے تھے، اردو کے شاعر تھے اور کچھ عربی سے آگاہ تھے'۔(۲) اس سازگار ماحول نے آپ کو متاثر کیا ہوگا۔

مختصر حالات وکوائف

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی ولادت ۱۸۳۳ء میں بھارت کے مشہور شہر 'سہارنپور' کے قریب واقع ایک گاؤں 'نانوتہ' میں ہوئی۔ آپؒ نے ابتدائی تعلیم وطنِ مالوف میں حاصل کی، اس کے بعد دیوبند پہنچ کر مولوی مہتاب علیؒ کے مکتب میں داخل ہو گئے۔ بعدہٗ سہارنپور میں اپنے نانا کے ہاں قیام فرمایا اور مولوی نوازؒ سے عربی نحو اور صرف کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ ۱۸۴۳ء کے اواخر میں حضرت مولانا مملوک علی نانوتویؒ آپ کو اپنے ساتھ دلّی لے گئے۔ یہاں آپ نے 'کافیہ' اور دیگر کتابیں پڑھیں۔ اس کے بعد سالانہ امتحان کے بغیر ہی دلّی کالج میں داخلہ ہو گیا۔ داخلے سے قبل آپ نے مولانا مملوک علی نانوتویؒ سے منطق، فلسفہ اور علمِ کلام میں متعدد کتابیں پڑھیں۔ تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ 'مطبعِ احمدی' میں ادارت کے فرائض انجام دینے لگے اور دار العلوم دیوبند کے قیام سے قبل چھتہ مسجد میں 'اقلیدس' کا درس دیا۔ ۱۸۶۸ء میں دار العلوم دیوبند کا قیام عمل میں آیا۔(۳)

(۱) حالاتِ طیب، ص:39　　　(۲) دیکھیے حالاتِ طیب، ص:37

(۳) حضرت نانوتویؒ کی سوانح حیات پر خاصا کام ہو چکا ہے، مختصراً مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتویؒ کی 'حالاتِ طیب' اور مفصلاً مولانا سید مناظر احسن گیلانیؒ کی 'سوانح قاسمی' کے علاوہ بھی متعدد کتابیں منصۂ شہود پر آ چکی ہیں، اس لیے یہاں تفصیل سے گریز کیا ہے۔

مولانا نانوتوی سرسید کی نظر میں

مولانا نانوتوی اور سرسید احمد خاں نے اپنے اپنے موقف کے مطابق دو مختلف تعلیمی اداروں کی بنیاد ڈالی۔ ان کے مابین بعض دینی خیالات اور رجحانات کے متعلق بُعد المشرقین تھا، اس کے باوجود مولانا نانوتوی کی وفات پر سرسید نے 'تہذیب الاخلاق' (۲۴/ اپریل ۱۸۸۰ء) میں جو مضمون لکھا، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس عظیم المرتبت شخصیت کا ان کی نگاہ میں کیا مقام تھا۔ سرسید لکھتے ہیں:

> افسوس ہے کہ جناب ممدوح حضرت مولانا قاسم نانوتوی نے ۱۵/ اپریل ۱۸۸۰ء کو ضیق النفس کی بیماری میں بہ مقام دیوبند انتقال فرمایا۔ زمانہ بہتوں کو رویا ہے اور آیندہ بھی بہتوں کو روئے گا، لیکن ایسے شخص کے لیے رونا جس کے بعد اُس کا کوئی جانشین نظر نہ آوے، نہایت رنج وغم اور افسوس کا باعث ہوتا ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ دلّی کے علما میں سے بعض لوگ جیسے کہ علم وفضل اور تقویٰ وورع میں معروف ومشہور تھے، ایسے ہی نیک مزاجی اور سادہ وضعی اور مسکینی میں بے مثل تھے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ بعد جناب مولوی اسحاق کے کوئی شخص اُن کی مثل ان تمام صفات میں پیدا ہونے والا نہیں ہے، مگر مولوی محمد قاسم مرحوم نے اپنی کمالِ نیکی اور دین داری اور تقویٰ اور ورع اور مسکینی سے ثابت کر دیا کہ اس دلّی کی تعلیم وتربیت کی بہ دولت مولوی محمد اسحاق صاحب کی مثل ایک اور شخص کو بھی خدا نے پیدا کیا ہے، جب کہ چند باتوں میں ان سے زیادہ ہے۔

زمانۂ تحصیلِ علم میں جیسے کہ وہ ذہانت اور عالی دماغی اور فہم وفراست میں معروف ومشہور تھے، ویسے ہی نیکی وخدا پرستی میں بھی زبان زد اہلِ فضل وکمال تھے۔ اُن کو جناب مولوی مظفر حسین صاحب کاندھلوی کی صحبت نے اتباعِ سنت پر بہت زیادہ راغب کر دیا تھا اور حاجی امداداللہ رحمۃ اللہ علیہ کے فیضِ صحبت نے اُن کے دل کو ایک نہایت عالی رُتبے کا دل بنا دیا تھا۔ خود بھی پابندِ شریعت تھے اور دوسرے لوگوں کو بھی پابندِ سنت وشریعت کرنے میں زائد از حد کوشش کرتے تھے۔ بہ ایں ہمہ عام مسلمانوں کی بھلائی کا اُن کو خیال تھا۔ اُن ہی کی کوشش سے علومِ دینیہ کی تعلیم کے لیے نہایت مفید مدرسہ دیوبند میں قایم ہوا اور ایک نہایت عمدہ مسجد بنائی گئی۔ علاوہ اس کے اور چند مقامات میں بھی اُن کی طبعی کوشش سے مسلمانی مدرسے قایم ہوئے۔ وہ کچھ خواہش پیرو مرشد بننے کی نہیں کرتے تھے، لیکن ہندوستان میں اور خصوصاً اضلاعِ شمال ومغرب میں ہزارہا آدمی اُن کے معتقد تھے اور ان کو اپنا پیشوا ومقتدا جانتے تھے۔

مسائلِ خلافیہ میں بعض لوگ اُن سے ناراض تھے اور بعضوں سے وہ ناراض تھے، مگر جہاں تک ہماری سمجھ ہے؛ ہم مولوی محمد قاسم مرحوم کے کسی فعل کو خواہ کسی سے ناراضی کا ہو، خواہ کسی سے خوشی کا ہو، کسی طرح ہوائے نفسانی یا ضد یا عداوت پر محمول نہیں کر سکتے۔ اُن کے تمام کام

اور افعال جس قدر تھے، بلا شبہ للّٰہیت اور ثوابِ آخرت کی نظر سے تھے اور جس بات کو وہ حق اور سچ سمجھتے تھے اُس کی پیروی کرتے تھے۔ اُن کا کسی سے ناراض ہونا صرف خدا کے لیے تھا اور کسی سے خوش ہونا بھی صرف خدا کے واسطے تھا۔ کسی شخص کو مولوی محمد قاسم صاحب اپنے ذاتی تعلقات کے سبب اچھا یا برا نہیں جانتے تھے۔ مسئلہ حبِ للہ اور بغضِ للہ خاص ان کے برتاو میں تھا۔ اُن کی تمام خصلتیں فرشتوں کی سی خصلتیں تھیں۔ ہم اپنے دل سے اُن کے ساتھ محبت رکھتے تھے اور ایسا شخص جس نے ایسی نیکی سے اپنی زندگی بسر کی ہو، بلا شبہ نہایت محبت کے لایق ہے۔ اس زمانے میں سب لوگ تسلیم کرتے ہوں گے کہ مولوی محمد قاسم اس دنیا میں بے مثل تھے۔ اُن کا پایہ اِس زمانے میں شاید معلوماتی علم میں شاہ عبدالعزیز سے کچھ کم ہو الا اور تمام باتوں میں ان سے بڑھ کر تھا۔ مسکینی، نیکی اور سادہ مزاجی میں اگر اُن کا پایہ مولوی اسحاق سے بڑھ کر نہ تھا تو کم بھی نہ تھا۔ وہ درحقیقت فرشتہ سیرت اور ملکوتی خصلت کے شخص تھے اور ایسے آدمی کے وجود سے زمانے کا خالی ہوجانا' اُن لوگوں کے لیے جو ان کے بعد زندہ ہیں، نہایت رنج و افسوس کا باعث ہے۔ افسوس ہے کہ ہماری قوم بہ نسبت اس کے کہ عملی طور پر کوئی کام کرے، زبانی عقیدت اور ارادت بہت زیادہ ظاہر کرتی ہے۔ ہماری قوم کے لوگوں کا یہ کام نہیں ہے کہ ایسے شخص کے دنیا سے اُٹھ جانے کے بعد صرف چند

کلمے حسرت اور افسوس کے کہہ کر خاموش ہو جائیں، یا چند آنسو آنکھ سے بہا کر اور رومال سے پونچھ کر چہرہ صاف کرلیں، بلکہ ان کا فرض ہے کہ ایسے شخص کی یادگار قایم رکھیں۔ دیوبند کا مدرسہ اُن کی ایک نہایت عمدہ یادگار رہے، اور سب لوگوں کا فرض ہے کہ ایسی کوشش کریں کہ وہ مدرسہ ہمیشہ قایم اور مستقل رہے اور اُس کے ذریعے سے تمام قوم کے دل پر ان کی یادگاری کا نقش جمارہے۔(۱)

تصنیفات

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی تقریباً تمام تصنیفات اس درجے علمی ہیں کہ مصنف کا نام بتائے بغیر اگر انھیں عربی زبان میں منتقل کردیا جائے تو قاری یہی سمجھے گا کہ یہ متقدمین علما میں سے کسی کی تصنیف ہے۔ مولانا نور الحسن راشد کاندھلوی کے بہ قول 'حضرت مولانا قاسم صاحب کی باقاعدہ تصانیف تو تین سے زائد نہیں، لیکن حضرت مولانا کے افادات، تقریریں، مکتوبات اور افادات ان میں سے ہر ایک مستقل تالیف بلکہ تالیفات و مصنفات سے بڑھ کر ہے (ان سب کا ایک بڑا ذخیرہ ہے، اگر جمع ہو اور مرتب کر کے شایع کیا جائے تو غالباً دس بارہ جلدیں ہوں گی) اور ان میں عموماً وہ مباحث اور علوم و نکات ہیں جو اور کتابوں میں کم یاب، بلکہ معدوم ہیں، اس لیے ان مصنفات و افادات کی خاص علمی اہمیت ہے'۔(۲)

آپ کی تصنیفات کی ایک مختصر فہرست حسبِ ذیل ہے: ① جمالِ قاسمی ② مکتوباتِ قاسمیہ ③ فیوضِ قاسمیہ ④ لطائفِ قاسمیہ ⑤ تصفیۃ العقائد ⑥ تحفۂ لحمیہ ⑦ اسرارِ قرآنی ⑧ الحق

(۱) موجِ کوثر، ص: 368-367، ملخصاً　　　(۲) حاشیہ حالاتِ طیب، ص: 78

الصریح،توثیق الکلام ⑨ انتصار الاسلام ⑩ جواب ترکی بہ ترکی ⑪ قبلہ نما ⑫ حجۃ الاسلام ⑬ ہدیۃ الشیعہ ⑭ تقریرِ دل پذیر ⑮ تحذیر الناس ⑯ آبِ حیات ⑰ مباحثہ شاہ جہاں پور ⑱ اجوبۂ اربعین (دو حصے) ⑲ واقعۂ میلہ خدا شناسی (گفتگوے مذہبی) ⑳ الاجوبۃ الکاملہ فی الاسولۃ الخاملہ ㉑ جوابات محذوراتِ عشر ㉒ انتباہ المؤمنین (فارسی) ㉓ مکاتیب قاسم العلوم (فارسی) ㉔ الحظ المقسوم من قاسم العلوم (عربی) ㉕ حاشیہ بخاری (عربی) ㉖ قصائدِ قاسمی۔

شاعری

مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے علمی کمالات کا دایرہ صرف دین و مذہب کی حد تک محدود نہیں، آپ زبان وادب میں بھی مہارت رکھتے تھے۔آپ کو اللہ تعالیٰ نے عربی، فارسی اور اُردو ہر سہ زبانوں میں اعلیٰ ذوق ہی نہیں مہارتِ تامہ عطا فرمائی تھی۔اس کے باوجود آپ کی ادبی خدمات کو بالقصد یا بلا قصد فراموش کر دیا گیا۔اولاً خود آپ کو آپ کی دینی خدمات نے اس جانب متوجہ نہ ہونے دیا، ثانیاً آپ کے کفش برداروں نے اسے طاقِ نسیاں کی زینت بنا دیا۔ایک عرصے سے آپ کی ادبی تخلیقات نایاب ہیں۔آپ کی نثر پر بھی گفتگو ہونی چاہیے، لیکن اس وقت ہمارے پیشِ نظر صرف شاعری ہے۔یہ کمیت کے اعتبار سے گو قلیل، لیکن کیفیت کے اعتبار سے بلند پایہ ہے۔بہ قول حقانی القاسمی:

> مولانا کا ادبی ذوق نہایت بالیدہ تھا اور تخلیقی عمل میں ان کے ذہن کی کئی سطحیں متحرّک رہتی تھیں۔ ان کے ذہنی تحرکات اور تخلیقی تنوعات کا اندازہ ان کی نعتوں اور مرثیوں سے لگایا جا سکتا ہے۔وہ فنِ شعر کے التزامات ہی نہیں بلکہ اسرار سے بھی اچھی طرح آگاہ تھے۔ان کے

شعروں میں جو گداز و تاثیر ہے اور جو کیفیتِ انشراح ہے، وہ قدیم اور کلاسیکی ادبی سرمایے سے مکمل آگہی کا نتیجہ ہے۔ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ کی وفات پر جو مرثیہ انھوں نے لکھا ہے، اس میں ان کے سوزِ دروں، دردِ دل کے ساتھ ان کے اظہار کا کرب بھی نمایاں ہے۔ ان کی تخلیقی فکر کی جولانی اور نکتہ رس ذہن کی وسعتوں کا احساس ان اشعار سے ہوتا ہے جس میں ایک شخصی غم کو ہمہ گیر وژن مل گیا ہے اور آفاقیت پیدا ہوگئی ہے۔۔۔اس مرثیے میں جس طرح اظہار کی ترسیل کی گئی ہے، اس سے احساس ہوتا ہے کہ قاسم نانوتوی ترسیل و ابلاغ میں وضاحت کے قایل تھے، اس میں نہ میر انیس، نہ غالب اور نہ اقبال کا آہنگ ہے کہ یہ ان لوگوں کے Icon بننے سے بہت پہلے کی شاعری ہے، ہاں اس کا رشتہ قدیم ادبیات سے جوڑا جا سکتا ہے، مگر اردو شاعری کے اساطین سے انسلاک ممکن نہیں۔ یہ عربی، فارسی روایت کا فیضان ہے۔(۱)

’قصائدِ قاسمی‘ مولانا نانوتویؒ کی نویں تصنیف اور عظیم ادبی شاہ کار ہے۔ زبان و ادب کے اس خزینے کو نئے رنگ و آہنگ میں منظرِ عام پر لانے کا مقصد یہ ہے کہ نئی نسلیں اس سے واقف ہوں۔

مولانا نانوتویؒ کی حیاتِ مستعار نے گوناگوں علمی و دینی مشاغل کے درمیان انھیں شعری ذوق کی تسکین کا موقع کم فراہم کیا، اس کے باوصف یہ مختصر مجموعۂ کلام اُردو، فارسی اور

(۱) دارالعلوم دیوبند کا ادبی شناخت نامہ: جلد اول، ص 53-52

عربی تینوں زبانوں میں قادرالکلامی کا بین ثبوت ہے۔ مولانا نے قصائد کے علاوہ مثنویاں اورغزلیں بھی کہی ہیں، جیسا کہ مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے اپنے ایک مضمون میں بتایا ہے۔ نصف صدی قبل شایع شدہ وہ مضمون بھی تلاش کے بعد اس کتاب میں شامل کردیا گیا ہے۔ اس میں مولانا نانوتویؒ کا بعض غیر مطبوعہ کلام بھی موجود ہے۔

ایک سو بتیس سالہ قدیم نسخہ

مولانا ارشد مدنی کی اطلاع کے مطابق 'قصیدۂ قاسمیہ کی اصل- جو خود حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کے قلم سے ہے-مفتی الٰہی بخش اکیڈمی، کاندھلہ، ضلع مظفر نگر، یوپی میں محفوظ ہے، مگر نہایت غلط چھپا ہے اوراس کی ترتیب بھی نسخۂ مصنف کے مطابق نہیں۔(۱)

ہماری تحقیق کے مطابق 'قصائدِ قاسمی' کی پہلی اشاعت ۱۳۰۹ھ میں مولانا فخرالحسن گنگوہیؒ کی زیرِ نگرانی (مکتبۂ رشیدیہ، ملتان، بیرون جوہر گیٹ سے بہ اہتمام عبداللہ محمد قاسم ملتانی) عمل میں آئی، لیکن باوجود تلاش وجستجو کے ہمیں وہ نسخہ دست یاب نہیں ہوسکا، البتہ اسی سال کا چھپا ہوا ایک نسخہ جو مجتبائی، دہلی کا مطبوعہ ہے، باصرہ نواز ہوا۔ یہ مولانا عبدالاحد کے زیرِ اہتمام شایع ہوا تھا۔اس کی قدامت، خستہ حالی اور کثیر اغلاط کے سبب استفادہ دشوار تھا۔تحریراور ترتیب کی بہت سی غلطیاں تھیں۔اگر کوئی قابلِ استفادہ، صاف اور مکمل نسخہ میسّر ہوتا تو ان دونوں کی مدد سے مکمل متن جدید طرز پر ترتیب دیا جاسکتا تھا۔

ہم نے مولانا ڈاکٹر محمد شکیب قاسمی (ڈائریکٹر حجۃ الاسلام اکیڈمی اور نائب مہتمم دارالعلوم وقف دیوبند) سے رابطہ کیا تو انھوں نے بلالی پریس، ساڈھورہ، ضلع انبالہ کا ۱۳۲۲ھ

(۱) نگارشاتِ اکابر،ص:500

میں طبع شدہ نسخے کا عکس عنایت فرمایا۔ ان دونوں نسخوں کو سامنے رکھ کر تحقیق و تدوین اور جدید ترتیب کا یہ دشوار گزار مرحلہ طے کیا گیا ہے۔

پرانی کتابوں کے نسخوں سے اگر مستند متن تیار کرنا ہو تو خاصی مشکلات پیش آتی ہیں، ہمیں بھی بعض دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ کتاب کے بار بار چھپنے اور تصحیح میں تسامح برتنے سے متن میں بہت سی تبدیلیاں بلکہ غلطیاں درآتی ہیں۔ کبھی یہ طے کر پانا مشکل ہو جاتا ہے کہ یہ تبدیلیاں محض کتابت کی اغلاط ہیں یا کسی مصحح کی غفلت کی کرشمہ سازیاں۔

'قصائدِ قاسمی' کی اولین اشاعت کو ایک سو بتیس سال گزر چکے ہیں۔ اتنا طویل زمانہ گزر جانے کے بعد اکثر کتابوں کی اولین اشاعتیں مل پانا دشوار ہوتا ہے، اس لیے جو قدیم ترین نسخہ ہاتھ آجائے اسے ہی غنیمت سمجھنا چاہیے۔ اگر ایسا نہ کیا گیا تو وہ بھی تاریخِ پارینہ کا حصہ بن کر رہ جائے گا۔ قدیم نسخوں کی طرف رجوع کرنے کی بجائے سہولت کے پیشِ نظر ان کی تلاش سے فرار اختیار کرنا اور ثانوی یا غیر معتبر مآخذ سے اجزا نقل کر لینا محقق کو زیب نہیں دیتا، اس لیے ہم نے تقریباً دو سالوں کی محنت کے بعد ان دونوں قدیم نسخوں کو سامنے رکھ کر ایک معتبر متن تیار کرنے کی کوشش کی ہے۔

بعض اشعار ناقص یا ان کے مصرعے اِدھر اُدھر نقل ہو گئے تھے، انھیں بڑی محنت سے ملایا گیا ہے۔ عروضی اصول و قواعد کا بھی خیال رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ دوسرا نسخہ چوں کہ قدرے صاف اور قابلِ استفادہ تھا، اس لیے اسے بنیاد بنایا گیا ہے، جب کہ اولین نسخے سے بھی بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔ بعض موقعوں پر تقابل کی بھی نوبت آئی ہے۔ اِکّا دُکّا مقام پر قیاسی تصحیح سے کام لیا گیا ہے۔

بعض مرتبین جوشِ عقیدت میں بہت سی باتوں کو بلا تامل قبول کر لیتے ہیں، ہم نے اس روِش سے گریز کیا ہے۔ اسی کے تحت مولانا نانوتویؒ سے منسوب وہ کلام- جو مولانا نسیم احمد فریدیؒ نے نقل کیا تھا- دیگر شواہد نہ مل پانے کے سبب، رِلانے ملانے کے بجائے، کتاب کے آخر میں پیش کیا گیا ہے۔

قصیدہ نگاری اور قصائدِ قاسمی

قصیدہ نگاری ایک قدیم، پُرمغز اور پُرشکوہ صنفِ سخن ہے۔ اردو ادب میں یہ صنف فارسی ادب کے وسیلے سے اور فارسی میں عربی ادب کے وسیلے سے شامل ہوئی۔ عرب میں زمانۂ جاہلیت سے پہلے بھی یہ صنف موجود تھی۔ دورِ جدید میں تہذیبی وتمدنی تبدیلیوں کے باعث اس کی حیثیت اور اہمیت تبدیل ہوگئی ہے۔ حکومتوں کے زوال کے ساتھ اس صنفِ سخن کو بھی زوال ہوا۔ اب عام طور سے اس صنف میں طبع آزمائی کم اور اس کا مطالعہ کلاسیکی شاعری کے طور پر کیا جاتا ہے۔

نبی، ولی، صوفی یا بزرگوں کو موضوع بنا کر جو قصیدے کہے جاتے ہیں، اس کے دو مقصد ہوتے ہیں؛ اول یہ کہ قصیدہ نگار اپنے ہیرو کے کمالات اور سیرت وکردار کا ذکر کر کے خود کو ان اخلاقی اقدار کا پابند بنانے کی کوشش کرے۔ دوسرے یہ کہ اجتماعی طور پر ان کے اعلیٰ اوصاف بیان کر کے دوسروں کو راغب کرے۔ حمد، نعت اور منقبت کے ایسے قصیدے شاعر کی دینی اور اخلاقی ضرورت کے پیشِ نظر کہے جاتے ہیں، لیکن اس کے لیے اعلیٰ شاعرانہ اور تخلیقی صلاحیتوں کا ہونا ناگزیر ہے۔ یہ قصیدے علم وعرفاں اور شعور وآگہی کے ساتھ شاعرانہ کمالات کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔ اس راہ میں قدم رکھنے کے لیے مہارتِ فن کے علاوہ حرارتِ ایمانی کا

موجز ہونا لازم وضروری ہے۔ الفاظ ومعانی اور اسلوب وشعور کی ہم آہنگی کے بغیر فکر خیزی پیدا نہیں کی جا سکتی۔ جو شاعر فن ومعانی میں اعتدال قایم نہ رکھ سکے، وہ اس میدان میں لڑکھڑا جاتا ہے۔ اس طرح کے قصیدے عموماً کذب، ریا اور منافقت سے پَرے ہوتے ہیں۔ ان میں اعلیٰ وارفع شخصیات کی عظمتوں کا بیان ہوتا ہے، جس سے سماج کی رہنمائی کی جاتی ہے۔ قارئین میں ان عظمتوں کا حامل ہونے کا جذبہ پروان چڑھایا اور اعلیٰ جمالیاتی حظ پیدا کیا جاتا ہے۔ فنِ قصیدہ نگاری کی دیگر فنی خوبیوں کے ساتھ یہ تمام خصوصیتیں قصائدِ قاسمی میں بہ درجۂ اتم موجود ہیں۔

قصائدِ قاسمی میں سلاست، سادگی، شاعرانہ جوش، تخیل، تشبیہ واستعارات اور معنی آفرینی ونزاکت پائی جاتی ہیں۔ اس میں شامل اردو قصیدوں کا مطالعہ کرتے ہوئے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ اردو کے ارتقائی دور کی تخلیق ہے۔ ابھی سرسید اور غالبؔ اس زبان کو مانجھ کر صاف کر رہے تھے، ایسے دور میں قصائدِ قاسمی کی صاف ستھری زبان یقیناً کلاسیکی ادب کا عمدہ واعلیٰ نمونہ ہے۔

قصائد قاسمی کی سابقہ ترتیب

’قصائدِ قاسمی‘ کی سابقہ ترتیب کے متعلق پروفیسر انوار الحسن شیر کوٹی لکھتے ہیں کہ ’قصائدِ قاسمی میں ان تمام اردو، فارسی اور عربی اشعار کو شامل کر دیا گیا ہے جو حضرت قاسم العلوم کی تصنیف ہیں، جن کی تعداد ۳۹۲ ہے۔

❑ پہلا قصیدۂ بہاریہ (اردو) ہے، جس کے ایک ایک مصرعے سے سرکارِ دو عالَم، تاج دارِ مدینہ، خاتم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی والہانہ محبت ٹپکتی ہے۔ اس سے ایک تڑپتے

ہوئے عاشق کی محبوبِ دو عالَم سے تعلق کی انتہا کا بہ خوبی اندازہ ہوتا ہے۔اس نعتیہ قصیدے میں ۱۵۱/ اشعار ہیں۔

❑ دوسرا قصیدہ (اردو) خلیفۃ المسلمین کی عقیدت میں ہے، جس میں ۵۶/ اشعار ہیں۔

❑ تیسرا قصیدہ بھی خلیفۃ المسلمین کی شان میں کہا گیا ہے، جو کہ فارسی زبان میں ہے اور ۴۹/ اشعار پر مشتمل ہے۔ان دونوں میں سلطان عبدالحمید خان سے والہانہ عقیدت ومحبت کا اظہار کیا گیا ہے۔

❑ چوتھا قصیدہ عربی زبان میں ہے اور اس میں بھی سلطان مذکور کی توصیف بیان کی گئی ہے۔اس میں ۶۴/ اشعار ہیں۔

❑ پانچویں نمبر پر خاندانِ چشتیہ صابریہ کا شجرہ ہے، جس کی زبان فارسی ہے اور اس میں ۲۷/ اشعار ہیں۔اس کے اول وآخر میں دعائیہ مضمون شامل ہے۔

❑ علاوہ ازیں اس میں تین عربی قصیدے دیگر حضرات کی فکر کا نتیجہ ہیں۔

جدید ترتیب اور تدوین

'قصائدِ قاسمی' کی اس اولین کمپیوٹر کتابت شدہ اشاعت میں ترتیب کا عمل از سرِ نو انجام دیا گیا ہے اور استفادے کو سہل اور آسان بنانے کی ہر ممکن کوشش کی گئی ہے۔مشقت کے ساتھ دستیاب نسخوں کا مطالعہ کیا گیا اور مکمل متن کی تصحیح کرنے کی حتی المقدور کوشش کی گئی۔ اس کے باوجود ہمیں اپنی نااہلی اور بے مایگی کا اعتراف ہے، اس لیے اصحابِ علم وفن کوئی فروگذاشت دیکھیں تو تحریری طور پر ضرور مطلع فرمائیں۔

مکمل کتاب کو جدید تحریری اصولوں کے مطابق کمپیوٹرائزڈ کرایا گیا ہے۔ مثال کے طور پر لاکھون، کچہہ، پہونچ، اٹھائے، نہونا، بہی، نجانا، تجھکو، پہان سے، جہان سے، نپوچھو، دہوئین، لگین، ہین، سنین کو بالترتیب اس طرح لکھا گیا ہے: لاکھوں، کچھ، پہنچ، اٹھائے، نہ ہونا، بھی، نہ جانا، تجھ کو، پھانسے، جھانسے، نہ پوچھو، دھوئیں، لگیں، ہیں، سنیں۔ اسی پر مابقی کو قیاس کر لیں۔ مرکب الفاظ کو بھی علاحدہ علاحدہ لکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔

جدید ترتیب حسبِ ذیل ہے؛

بحرِ ھند: اس حصے میں اردو زبان میں تین قصیدے شامل ہیں:

① قصیدۂ بہاریہ (نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

② قصیدۂ اردو (در مدح حضرت سلطان عبدالحمید خان) از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

③ قصیدۂ نظم (مرثیہ حضرت حافظ ضامن شہیدؒ) از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

بحرِ فارس: اس حصے میں فارسی زبان میں ایک قصیدہ اور ایک شجرۂ چشتیہ شامل ہے:

① قصیدہ در مدح حضرت سلطان عبدالحمید خان، از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

② ایک شجرۂ منظومہ چشتیہ صابریہ، از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

بحرِ عرب: اس حصے میں عربی زبان میں پانچ قصیدے شامل ہیں:

① ایک قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں، از مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

② ایک اور قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں، از مولانا محمد ذوالفقار علی دیوبندیؒ

③ ایک اور قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں، از مولانا فیض الحسنؒ

④ ایک اور قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں، از مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ

⑤ ایک اور قصیدہ سلطان عبدالحمید خان کی مدح میں، از مولانا ذوالفقار علی دیوبندیؒ

سلطان عبدالحمید خان رحمۃ اللہ علیہ

مجموعے میں شامل کئی قصیدے سلطان عبدالحمید خانؒ کی شان میں لکھے گئے ہیں۔ خلیفۃ المسلمین اور باب عالی ترکی سے ہندوستانی مسلمانوں کے عوام وخواص کی مغل دورِ حکومت سے گہری وابستگی اور خلافتِ اسلامیہ سے اپنی نیازمندی کا اظہار ہندوستانی مسلمانوں کے احوال وتاریخ سے واقف اصحاب پر مخفی نہیں۔ باب عالی نے بھی ہندوستان کے جلیل القدر علما کی قدردانی اور عزت افزائی میں کمی نہیں کی۔ خصوصاً آخری دور میں جب عالمِ اسلام پر مغرب کی یلغار ہوئی اور مغربی طاقتوں نے ترکی حکومت کے اقتدارِ اعلیٰ کو نقصان پہنچانے اور اس کی سرحدوں میں مداخلت شروع کی، اس وقت ہندی مسلمانوں پر عجیب اضطرابی کیفیت طاری تھی۔ وہ کسی بھی طرح سلطانِ ترکی کی مدد کرنا چاہتے تھے اور خلافتِ اسلامیہ کو درپیش خطرات اور فوجوں سے مقابلے کے لیے ہر طرح کی جانی مالی قربانی پیش کرنے کی آرزو رکھتے تھے۔ ایسے مواقع کئی مرتبہ پیش آئے، ہر مرتبہ مسلمانوں کا اجتماعی تاثر اور ردِعمل یہی ہوا۔ ایسا ہی ایک نازک موقع اس وقت سامنے آیا جب ۱۸۷۴ء (۱۲۹۴ھ) میں روس نے ترکی پر حملہ شروع کر دیا تھا اور بلقان کے علاقے میں پُرزور جنگ شروع ہوگئی تھی اور خلافتِ عثمانیہ کے کئی علاقے اس کے قبضے سے نکل کر روس کے ہاتھ میں چلے گئے تھے۔ جیسے ہی یہ خبر ہندوستان پہنچی تمام مسلمان اور خصوصاً علمائے کرام پر اس کا غیر معمولی اثر ہوا۔ ان حضرات نے حکومتِ ترکی کے تعاون کے لیے کئی منصوبے بنائے، جس میں سب سے پہلے مالی تعاون کی فکر تھی، اور اس کے لیے مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے کوشش فرمائی۔ لشکرِ عثمانی کے زخمیوں کے لیے چار ہزار روپے چندہ کر کے روانہ کیے۔ اس کے بعد

حضرت موقع بہ موقع رقومات اکٹھی کر کے بمبئی عثمانی کونسل خانے بھیجتے رہے اور وہاں سے رسیدیں اور شکریے کے خطوط موصول ہوتے رہے۔ مولانا محمد قاسم نانوتویؒ اور علماے دیوبند کی خلافتِ عثمانیہ سے محبت و ارادت مندی کے مظہر وہ قصیدے ہیں جو اس مجموعے میں شامل ہیں۔ یہ اس وقت لکھے گئے، جب بلقان کی جنگ ہو رہی تھی اور یہ علما ترک حکومت کے لیے مالی تعاون اور رقوم کی فراہمی میں دل و جان سے مشغول تھے۔(۱)

حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی رحمۃ اللہ علیہ

قصائدِ قاسمی میں ایک طویل قصیدہ سید الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکی نور اللہ مرقدہ کی شان میں ہے۔ آپ اکابر علماے دیوبند کے پیر و مرشد، عظیم صوفی، مجاہدِ تحریکِ آزادی اور قادر الکلام شاعر تھے۔ آپ کی ذات اہلِ علم و دانش اور خصوصاً دینی حلقوں میں کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ آپ کی ولادت بہ روز شنبہ، ۲۲/صفر کو ۱۲۳۳ھ میں قصبہ نانوتہ، ضلع سہارنپور میں ہوئی۔ آپ کا سلسلۂ نسب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔ آپ کی ظاہری تعلیم گو کہ زیادہ نہ ہوئی، لیکن آپ کے باطنی اور لدنّی علوم کے سبب بڑے بڑے علما و صلحا آپ کے مرید تھے۔ آپ کے روحانی سلسلے سے ہندستان، پاکستان، بنگلہ دیش، حجاز، شام، عراق، ترکی، مصر اور مراقش کے علما اور درویش بھی وابستہ تھے۔

ہندستان میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی، حضرت مولانا ذوالفقار علی دیوبندی، حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی نور اللہ

(۱) مستفاد از نگارشاتِ اکابر،ص:491 تا497

مراقد ہم جیسے کبار علما آپ ہی کے ارادت مند تھے۔ایک بار کسی نے مولانا اشرف علی تھانویؒ سے پوچھا کہ حضرت حاجی صاحب کے پاس ایسا کیا ہے جو علما کے پاس نہیں کہ وہاں جاتے ہیں،تو مولانا نے جواب دیا تھا ’ہمارے پاس الفاظ ہیں اور وہاں معانی ہیں‘۔(۱)

صاحبِ ’نزہۃ الخواطر‘ مولانا عبد الحیؒ نے لکھا ہے کہ ’شیخ، عارفِ کبیر، امداد اللہ مہاجرِ مکی ان اولیاے عارفین میں تھے،جن کی تعریف وتوصیف پر سب زبانیں متفق ہیں۔ آپ قلب وقالب کے ساتھ مجاہدات وعبادات میں مصروف رہے۔ ہمیشہ ذکر ومراقبے میں لگے رہتے۔قلب و باطن پر علوم و انوارات کا فیض جاری رہتا، اس کے ساتھ پوری طرح انکساری میں رہتے۔سر بندگی کی دہلیز پر جھکا ہوا تھا۔ بندوں کے لیے متواضع رہتے۔ عالی ہمت اور بلند ذات تھے۔علم اور علما کو بڑا سمجھتے اور شریعت اور روشن سنت کی نہایت تعظیم کرتے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی محبوبیت اپنے بندوں کے دلوں میں اتاری اور بڑے بڑے علما اور بڑے مشائخ کے دل آپ کی طرف پھیر دیے اور آپ سے دور دور کے معرفت ویقین کے طلب گار استفادہ کرتے رہے اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی تربیت اور طریقے میں برکت ڈالی۔ان کے انوار آفاق میں پھیلے اور چشتی صابری طریقہ آپ سے ایک نئی شان میں ظاہر ہوا، اپنی انتہا کو پہنچا اور اس لڑی میں بڑے بڑے علما اور فضلا داخل ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے اس قدر خلائق کو نفع دیا کہ ان کا شمار نہیں ہوسکتا‘۔(۲)

حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

حافظ ضامن شہیدؒ حضرت حاجی امداد اللہ مہاجرِ مکیؒ کے پیر بھائی اور خاندانی رشتے

(۱) قصص الاکابر،ص:48، بہ حوالہ تذکرہ مشائخِ دیوبند،ص:71

(۲) نزہۃ الخواطر اردو:8/71

دار تھے۔ آپ کے جدِ امجد شیخ محمد عبد اللہ کے دو صاحب زادے تھے؛ شیخ بلاقی اور شیخ عبدالکریم ثانی۔ حاجی صاحب اول الذکر اور حافظ صاحب ثانی الذکر کی اولاد میں تھے۔ عمر میں حافظ صاحب حاجی صاحب سے چند سال بڑے تھے۔ آپ صاحبِ حال اور باکمال بزرگ تھے۔ آپ کی خلافت کا واقعہ بھی عجیب ہے۔

حاجی صاحبؒ فرماتے ہیں کہ 'ایک دفعہ میرے حضرت میاں جی نور محمد صاحب بعد نمازِ جمعہ وصیت کرنے لگے، جس سے لوہاری والے بہت مغموم ہوئے اور عرض کیا کہ ہم تو جانتے تھے کہ ہمارے گھر میں دولت رکھی ہے، جب چاہیں گے مستفید ہوں گے، آپ کی باتوں سے ہمارا دل پاش پاش ہوا جاتا ہے، ارشاد ہوا: گھبراؤ نہیں! میرے بہت سے یار تمھارے پاس موجود ہیں، ان کو میرا قایم مقام سمجھو، خصوصاً حافظ ضامن صاحب کو۔ حضرت پیر و مرشد نے مجمعِ عام میں بالتصریح خلیفہ بنایا'۔(۱)

اس کے باوجود آپ کا حال یہ تھا کہ جب کوئی آپ کے پاس آتا تو دیکھتے ہی کہہ دیتے کہ 'اگر مسئلہ پوچھنا ہے تو مولانا شیخ محمد صاحب سے پوچھو، اگر مرید ہونا ہے تو حضرت حاجی صاحب کے پاس جاؤ، اگر حقہ پینا ہے تو یاروں کے پاس بیٹھ جاؤ'۔(۲)

۱۸۵۷ء کی جنگِ آزادی میں حاجی صاحب اور اور حافظ صاحب نیز ان کے ساتھیوں نے تحریر و تقریر سے بڑھ کر شاملی کے میدان میں عملی حصہ لیا تھا، اور حافظ صاحب نے اسی موقع پر جامِ شہادت نوش کیا۔ انھیں اپنی شہادت کا شاید پہلے سے اندازہ تھا، اس لیے حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کو یہ وصیت فرما چکے تھے کہ بہ وقتِ شہادت میرے پاس

---

(۱) شمائم امدادیہ، ص:170　　　(۲) ارواحِ ثلاثہ، ص:402

رہنا، چناں چہ جب آپ کو گولی لگی تو مولانا گنگوہیؒ آپ کو قریب کی مسجد میں لے گئے اور اپنے زانوں پر ان کا سر رکھا، اسی عالَم میں انھوں نے وصال فرمایا۔ (دیکھیے حیاتِ امداد، ص:71)

اس مردِ جاں باز کا آنکھ بند کرنا تھا کہ دنیا ہی بدل گئی، اور بہ قول حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ: حضرت حافظ ضامن صاحب کا شہید ہونا تھا کہ معاملہ بالکل ٹھنڈا پڑ گیا۔ ان کی شہادت سے پہلے روزانہ خبر آتی تھی کہ آج فلاح مقام انگریزوں سے چھین لیا گیا، آج فلاں مقام پر ہندوستانیوں کا قبضہ ہوا، مگر حافظ صاحب مرحوم کی شہادت کے بعد پہلے پہل خبر آئی کہ دہلی پر انگریزوں کا قبضہ ہو گیا اور یہی حال ہر جگہ کی خبروں کا تھا۔ اس سے پہلے گورے فوجی چھپتے پھرتے تھے، ایک ایک ہندوستانی سپاہی گوروں کی جماعتوں کو بھگائے پھرتا تھا، مگر بعد میں معاملہ بالکل برعکس ہو گیا۔(۱)

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کو آپ کی جدائی کا گہرا صدمہ لگا، آپ نے ان کی یاد میں ایک طویل، پُرسوز اور درد انگیز مرثیہ لکھا، جو اس مجموعے میں شامل ہے، اور اسی مناسبت سے آپ کا یہ مختصر تعارف یہاں پیش کیا گیا۔

اس ناگزیر تفصیل کے بعد بندہ آپ سے رخصت چاہتا ہے۔

قوی امید ہے کہ اس خدمت کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جائے گے۔ ان شاء اللہ

ندیم احمد انصاری

۲۹/محرم ۱۴۴۱ھ = ۲۹/ستمبر ۲۰۱۹ء

(۱) نقشِ حیات: 2/44

بحرِھند

قصیدۂ بہاریہ

در نعتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

نہ ہووے نغمہ سرا کس طرح سے بلبلِ زار
کہ آئی ہے نئے سر سے چمن چمن میں بہار

ہر اک کو حسبِ لیاقت بہار دیتی ہے
کسی کو برگ کسی کو گل اور کسی کو بار

کیا ہے بھیج کے سیل آب چاہ کو معزول
بجائے بادِ صبا بوئے گل ہے کار گذار

کریں ہیں مرغِ چمن سارے مشق موسیقی
کہ گانے ہیں انھیں اس سال شکرِ حق میں ملار

بہار گل کی خبر سن کے چھڑکے ہے پانی
سحاب سبزۂ پژمردہ پر کہ ہو ہوشیار

پھریں ہیں کھیلتے آبِ رواں و بادِ صبا
کھلیں ہیں غنچے ہنسیں ہیں گل اور خوش ہے ہزار
خوشی سے مرغِ چمن ناچ ناچ گاتے ہیں
کفِ ورق سے بجاتے ہیں تالیاں اشجار
اچھلتے ہیں کہیں دیکھ اک طرف کو فوّارے
کہیں ہیں کودتے اونچے سے آب پر اثمار
چمن کو دیکھ کے پھولا پھلا ہوا قمری
کرے ہے سرو پہ تسبیحِ حق پکار پکار
ہوا ہے چرخ کا سب اب کے صَرف بارشِ آب
زمیں سے اسے ہووے گی حاجتِ امطار
چمن میں کثرتِ گل سے رہی نہ گنجایش
پھرے ہے چار طرف بوئے گل خدائی خوار
عجب نہیں جو جمیں آب تیغ سے پھر سر
کہ نام آب ہی نشو و نما کو ہے درکار
سمجھ کے تخم بشر کیا عجب جو مردوں کو
قوائے نامیہ دیں اب کی بار برگ و بار
یقیں ہے اب کے تر و تازگی کے باعث سے
بغیر آگ کے پکنا ہو کشت کا دشوار

جو بوئیں ہاتھ سے اپنے ہی زاہدان خشک
تو نکلے شجرۂ طوبیٰ زدانہ ہائے شمار
شرار دانۂ بارود کو لگیں ہیں پھول
عمومِ فیضِ بہاری سے آگ ہے گلزار
یہ فیض عام ہے سر پر ہرن کے شاخیں ہیں
بدن پہ شیر کے گل اور دُم میں سیھ کے خار
بجھائی ہے دلِ آتش کی بھی تپش یا رب
کرم میں آب کو دشمن سے بھی نہیں انکار
بساط سبز مشجر بنا ہے صحنِ چمن
پڑا جو سطح پہ سبزے کے سایۂ اشجار
ہوا کو غنچۂ دل بستہ کی ہے دل جوئی
اِدھر ہے آب تلک شاخ و برگ سب پہ نثار
کرے ہے سبزۂ نو خاستہ پہ گل سایہ
اُڑھاتی آبِ رواں کی ہیں چادریں انہار
یہ قدرِ خاک ہے، ہیں باغ باغ وہ عاشق
کبھی رہے تھا سدا جن کے دل کے بیچ غبار
نہ ہووے رشک سے لالہ کے دل پہ کب تک داغ
کہ گل ہے سوختہ جاں تھی جو شمع آتش بار

نہ ہووے دنگ کوئی کب تلک کہ لالہ و گل
نکالیں سبز شجر سبزہ سُرخ گل سے عذار
جلائے گر کہیں ہم شکل شاخ شمع کو بھی
دھوئیں بکھیر دے آتش کے دم میں بادِ بہار
یہ ربط ہے گل و بو میں اگر جدا ہو بو
تو جان کھونے کو ہو اپنی، گل وہیں تیار
لگائے منھ بھی نہ گل دَم خدا کی قدرت ہے
اور اس کی دُم سے لگا یوں پھرے گل بے خار
چنور سُنہری بنائے ہیں ہر شجر کے لیے
شعاع کی مہ و خور میں لگا کے چرخ نے تار
سمجھ کے غنچۂ لالہ کرے ہے گل ورنہ
نسیم تیز کو کچھ شمع سے نہیں پیکار
جو شکل شاخ بنا کر کے شمع کچھ مانگے
تو منصب شجر طور ہی دلائے بہار
یہ سبزہ زار کا رتبہ ہے شجرۂ موسیٰ
بنا ہے خاص تجلی کا مطلعِ انوار
اسی لیے چمنستاں میں رنگِ مہندی نے
کیا ظہور ورق ہائے سبز میں ناچار

ہنود کو ہے گماں دیکھ کر یہ اعجوبے
کہ اب کے لیں ہیں جنم سبزہ زار میں اوتار

نزاکت چمنستاں بیان کیا کیجے
کہ صنع حق کے تئیں دیکھ عقل ہے بے کار

نہ شاخ گل کے تئیں تاب بار شبنم ہے
نہ کوئی لمحہ ہے شبنم کو دھوپ ہی کی سہار

ہوا کی ایک ٹھسک سے ہے چور چور حباب
رگڑ سے آب کی ڈھانگیں ہیں آب جو کی فگار

پڑے پھپولے حبابوں کی نرمیِ تن سے
بندھا جو بوندوں کا کثرت سے تن پہ ان کے تار

گرا دیا ہے تلے گل نے بارِ سایہ کو
کہ رنگ و بو کا اٹھانا بھی تھا اُسے دشوار

نہ ہو کہاں تئیں آبِ رواں کا پتلا حال
خراش سبزہ بپا سر پہ سایۂ گل بار

پچھاڑ کھا کے گرے ہے چمن میں چادرِ آب
ہوا ہے کثرتِ لغزش سے آب بھی ناچار

کمر پہ بارِ گراں بوئے گل تلے پھسلن
نہ لڑکھڑائے کہاں تک ہوا دم رفتار

جو گر پڑے تو اٹھا جا نہ سایۂ گل سے
نہ تھم سکے جو پھسل جائے موجۂ جوبار

کہاں زمین کہاں یاسمین و لالہ و ورد
فلک بھی گرد ہوا دیکھ کر چمن کی بہار

زمیں سے چرخ ہے ہر طرح اب کے شرمندہ
زمیں میں گڑ جا اگر چرخ کی بسے کچھ پار

دکھائے چرخ اگر اپنے چاند و سورج کو
مقابلے پہ ہر اک حوض باغ ہو تیار

کیے ہیں آب کے زمیں نے جواب بارش میں
بجائے بوندوں کے فوارے اس طرف تیار

پہنچ سکے شجرِ طور کو کہیں طوبیٰ
مقامِ یار کو کب پہنچے مسکن اغیار

زمین و چرخ میں ہو کیوں نہ فرق چرخ و زمیں
یہ سب کا بار اٹھائے وہ سب کے سر پر بار

کرے ہے ذرۂ کوئے محمدیؐ سے خجل
فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمدِؐ مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانی احمدؐ
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

نثار کیا کروں مفلس ہوں نام پر اس کے
فلک سے عقدِ ثریا لوں دے اگر وہ اُدھار

ثنا کر اس کی فقط قاسمؔ اور سب کو چھوڑ
کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اُس کی
کہ جس پہ ایسا تری ذاتِ خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالَم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وہ رتبہ کہاں عقلِ نا رسا اپنی
کہاں وہ نورِ خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغِ عقل ہے گُل اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پر عقلِ کُل کے بھی پھر کیا
لگی ہے جان جو پہنچیں وہاں مِرے افکار

مگر کرے مِری روح القدس مددگاری
تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار
جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار
تو فخرِ کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار
خدا تِرا تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار
تو بوئے گل ہے اگر مثل گُل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیا ہیں شمس نہار
حیاتِ جان ہے تو ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار
طفیل آپ کے ہے کاینات کی ہستی
بجا ہے کہیے اگر تم کو مبدء الآثار
جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بہ وجود
قیامت آپ کی تھی دیکھیے تو اِک رفتار
جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
تِرے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں
جو ہو سکے تو خدائی کا اِک تِری انکار

بہ جُز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

جو دیکھیں اتنے کمالوں پہ تیری یکتائی
رہے کسی کو نہ وحدت وجود کا انکار

یہ اجتماعِ کمالات کا تجھے اعجاز
دیا تھا تا نہ کریں انبیا کہیں تکرار

تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

پہنچ سکا تیرے رتبے تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزے والے بھی اس جگہ نا چار

جو انبیا ہیں وہ آگے تِری نبوت کے
کریں ہیں اُمّتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمھارا آخر کار

خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰؑ
تمھارا لیجے خدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندیِ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمین آسمان بھی ہم وار
جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا
وہ دل ربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار
اگر قمر میں کچھ آ جائے تیرے چہرے کا نور
تو رات دن ہو اور آگے ہو اس کے دن شب تار
جمال ہے ترا معنئِ حسن ظاہر میں
کیا ہے معجزے سے تو نے آپ کو اظہار
رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت
نہ جانا کون ہے کچھ بھی کسی نے، جز ستّار
سوا خدا کے بھلا تجھ کو کیا کوئی جانے
تو شمس نور ہے شپر نمط اولو الابصار
سما سکے تری خلوت میں کب نبی و ملک
خدا غیور تو اس کا حبیب اور اغیار
جو آئینے میں پڑے عکس خال کا تیرے
تو رشک مہر کا ہو جائے مطلع الانوار
تمھارا خال قدم دیکھ رشک سے مہ کے
جگر پہ داغ ہے سورج کو ہے عذاب النار

نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا اِک شب بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کیے چڑھاؤ اتار
اگر پڑے تِرے تلوے میں عکس سورج کا
تو آگے نور قدم کے ہو تیرے خال شمار
سفید دیدۂ بے نور سا ہے دیدۂ خور
بصیر ہونے کو تلوے کا تل ہے تیرے بکار
بنا شعاعوں کی جاروب تیرے کوچے سے مہر
کرے ہے دور اندھیرے کا روز گرد و غبار
اگر ترے رخِ روشن سے گل کو دوں تشبیہ
شعاع مہر کو ہو آرزوئے منصب خار
مربِی مہ و خور ذرّے تیرے کوچے کے
معلم الملکوت آپ کا سگِ دربار
خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا میں برا اُسی مقدار
نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز ترے کمالوں کی
مِرے بھی عیب شہِ دوسرا شہِ ابرار
قبولِ جرم سے امت کے تیری کھا دھوکا
عجب نہیں ہے جو شیطان بھی ہو نیکو کار

جو چھو بھی دیوے سگِ کوچہ ترا اس کے نعش
تو پھر تو خلد میں ابلیس کا بنائیں مزار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

کفیل جرم اگر آپ کی شفاعت ہو
تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار

ترے بھروسے پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت
گناہ **قاسمؔ** برگشتہ بخت بد اطوار

گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کیے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بد کار

تمھارے حرفِ شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گناہ کو ہے خوف غصۂ قہار

یہ سن کے آپ شفیعِ گناہ گاراں ہیں
کیے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہوگئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

دعا تِری مِرے مطلب کی ہو اگر حامی
تو بختِ بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

یہ ہے اجابتِ حق کو تِری دعا کا لحاظ
قضاے مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار

خدا ترا، تو جہاں کا ہے واجب الطاعۃ
جہاں کو تجھ سے، تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

قضا کو تیری یہ خاطر مگر تجھے وہ ہے
قضاے حق سے نیاز اور نیاز کا اقرار

اگر جواب دیا بے کسوں کو تونے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استغفار

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کرے گا یا نبی اللہ کیا مِرے پہ پُکار

دکھائیے دیکھیے کیا اپنا طالعِ بد بیں
نگاہِ لطف تِری ہو نہ گر مِری غم خوار

بُرا ہوں بد ہوں گنہ گار ہوں پہ تیرا ہوں
تِرا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں نا ہنجار

لگے ہے تیرے سگِ کُو کو میرے نام سے عیب
پہ تیرے نام کا لگنا مجھے ہے عزّ و وقار

تو بہترین خلایق میں بد ترین جہاں
تو سرور دو جہاں میں کمینہ خدمت گار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجے عرضِ حال
اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
وہ آرزوئیں جو ہیں مدتوں سے دل میں بھری
کہوں میں کھول کے دل اور نکالوں دل کا بخار
مگر جہاں ہو فلک آستاں سے بھی نیچا
وہاں ہو قاسمؔ بے بال و پر کا کیوں کہ گذار
نہ جبرئیل کے پر ہیں نہ ہے براق کوئی
جو اُڑ کے در تئیں پہنچوں تمھارے یا ہو سوار
کشش پہ تیری لیے اپنا بار بیٹھے ہیں
تکے ہے تیری طرف کو یہ اپنا دیدۂ زار
یہ میری جان نکمی سی تھی سو اس کے بھی
پڑے ہیں چرخ و زماں پیچھے باندھ کر ہتھیار
مدد کر اے کرم احمدیؐ کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسمؔ بے کس کا کوئی حامیِ کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غم خوار

لیا ہے سگ نمط ابلیس نے مِرا پیچھا
ہوا ہے نفس موا سانپ سا گلے کا بار

وہ عقل بے خرد اپنی یہ زور حرص و ہوا
اُسے سُجھاؤں میں یا ان سے آکے ہوں دو چار

دکھائے ہے مِرے دل کے لُبھانے کو ہر دم
ہزار طرح کے دنیائے کہنہ سال سنگار

اِدھر ہجوم تمنا اُدھر نصیبوں سے
کرے ہے بخت زبوں ہر امید سے پیکار

رِجا و خوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی اُمید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینے کے مجھ کو مرغ و مار

جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مِرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار

اُڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضے کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسمؔ کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہے گرد باد بنا
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار
غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن
خدا کی اور تِری الفت سے میرا سینہ فگار
لگے وہ تیر غمِ عشق کا مِرے دل میں
ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہوں سرشار
لگے وہ آتشِ عشق اپنی جان میں جس کی
جلاوے چرخ ستم گر کو ایک ہی جھونکار
صدائے صورِ قیامت ہو اپنا اِک نالہ
بجائے برق ہو اپنی ہی آہ آتش بار
چُبھے کچھ ایسے میرے نوکِ خارِ غم دل میں
کہ چھوٹے آنکھوں کے رستے سے اِک لہو کی فوار
یہ ناتواں ہوں غمِ عشق میں کہ جائے نکل
ذرا بھی جان کو اوپر کا سانس دے جو سہار

تمھارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درونِ غبار
یہ لاغری ہو کہ جان ضعیف کو دمِ نقل
نہ ہووے ساتھ اٹھانا بدن کا کچھ دشوار
رہے نہ منصبِ شیخ المشائخی کی طلب
نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنگار
ہوا اشارے میں دو ٹکڑے جوں قمر کا جگر
کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہو جا پار
یہ کیا ہے شور و غل اتنا سمجھ تو کچھ قاسمؔ
نہ کچھ بڑا ترا رتبہ نہ کچھ بلند تبار
تو تھام اپنے تئیں حد سے پا نہ دھر باہر
سنبھال اپنے تئیں اور سنبھل کے کر گفتار
ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں کر بند
وہ جانے چھوڑ اسے پر نہ کر تو کچھ اصرار
دلِ شکستہ ضروری ہے جوشِ رحمت کو
گرے ہے باز کہیں جب تلک نہ دیکھے شکار
وہ آپ رحم کریں گے مگر سُنیں تو سہی
شکست شیشۂ دل کی ترے کبھی جھنکار

بس اب درود پڑھ اس پر اور اُس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترتِ اطہار
الٰہی اُس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

❑❖❑

قصیدۂ اُردو

درمدح حضرت سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ

نگاہِ ناز کا کس کی لگا ہے میرے تیر
کمندِ زلف سے کس نے کیا ہے مجھ کو اسیر

خجل ہے زخمِ جگر پر میرے گل خنداں
فدا ہے حلقۂ گیسو پہ گردشِ تقدیر

وہ کون تھا کہ اشاروں میں کر گیا ٹکڑے
وہ کون تھا کہ ہزاروں میں لے گیا دل چیر

نگاہِ ناز کا ہر وار اِک جگر کے پار
کمند زلف کی ہر تار میں جُدا نخچیر

نہ سر میں ہوش رہا ہے نہ دل میں تاب و قرار
ادائے ناز نے کس شوخ کے کری تاثیر

وہ نور شمس ہے وہ محترز کہ نور نہ ہو
اندھیری رات کی تاریکیوں سے گوشۂ گیر

نگاہِ شوق کے صدمے کے داغ کا تل نام
غبارِ راہ ہے نورِ قمر دمِ تنویر
ستم میں ہیں وہ کرم جس پہ ہوں وہی جانے
جفا میں ہیں وہ مزے جان دیں امیر وفقیر
جو دل دکھائے تو وہ راحتیں کہ مت پوچھو
جو منھ چھپائے تو کھل جائے راز زاہد پیر
جو مارے ہاتھ سے اپنے تو جان آ جائے
رہے نہ لذتِ آبِ بقا کی کچھ توقیر
یہ ڈر ہے قتل محباں ہے رسمِ دیرینہ
کرے نہ وہ ستم ایجاد اور کچھ تدبیر
وہ روشنی وہ صفائی کہ حال ہو معلوم
اگر پڑے کہیں چہرے میں عکسِ مہر منیر
وہ اُس کی ابروئے خم دار قتل عاشق کو
کچھ ایسی جیسی شجاعانِ ترک کی شمشیر
لگے تو پار نکل جائے تار کی مانند
اٹھے تو پھر یہ چمک جیسی برق کی تحریر
اٹھائے کیوں نہ اجل ناز اُن کے ہاتھوں کے
کرے نہ روس سے جب سخت جاں کی جاں تاخیر

غرور روس کو تھا اپنی سخت جانی پر
پہ تیغ ترک میں نکلا اجل کا اصل خمیر
نہ ان کو مرگ کا کھٹکا نہ ان کو پاسِ حیات
نہ اُن کو خوف ہے روکے نہ شوق دامن گیر
وہ ایک کھیل سمجھتے ہیں جنگِ اعدا کو
نظر میں ان کی برابر غریب ہو کہ فقیر
ہلائیں ہاتھ تو ہل جائیں دشمنوں کے دل
جو ماریں ہاتھ تو پھر سر سے پاؤں تک دیں چیر
لگائیں تیر تو تیر قضا کا کام کرے
چلائیں تیغ تو ہو سر پہ آفتِ تقدیر
وہ آبِ تیغ کہ آبِ بقا کی بھی نہ چلی
وہ زور دست کہ پہنچائیں یہاں سے تا بہ سعیر
کہے ہے قوتِ بازور پہ زہ نہنگ اجل
کہے ہے تیغ کو احسنتَ برقِ عالم گیر
برنگ رنگ رخ روس گھوڑے اُڑ جائیں
جدھر کو باگ اٹھے دشت ہو کہ کوہِ شبیر
وہ تیز رو ہیں اگر اپنیوں پہ آجائیں
بنائیں برق اگر پاؤں میں پڑے زنجیر

حیات و موت برابر ہے ان کی آنکھوں میں
وہ آب تیغِ عدو اُن کے آگے شکر و شیر
وہ جیسے ابرِ کرم ہیں فقیر و مسکیں پر
اُسی طرح سے ہیں طوفان قہر بہر شریر
نہ چھیڑیے تو وہ خاموش مثل توپ و تفنگ
نہ جی جلاؤ تو بارود سے نظر میں حقیر
مگر جو چھیڑو تو نعروں سے دل ہلا ڈالیں
جو جی جلے تو ہر اک آگ پھر صغیر و کبیر
وہ تیغ برق صفت اُن کے ہاتھ میں جب آئے
تو جائے رعد زبان پر ہو نعرۂ تکبیر
یہاں ہو کف میں پسینہ تو پشت روس میں خوں
یہ تیغ کیا ہے نئی طرح کا ہے ابرِ مطیر
فرار سے نہ ملی جب نجات دنیا میں
تو بھاگنے لگے روسی سوئے حصارِ سعیر
مدائح سپہ روم اور ذمائمِ روس
کہاں تلک میں کیے جاؤں صاحبو تسطیر
نہ اِن کی کوئی نہایت نہ اُن کا کچھ پایاں
کہوں وہ بات کہ پھر ہو نہ حاجتِ تقریر

کھے ہے عکس کہ ہے مور و سور روم و روس
اور آپ جانتے ہی ہیں کہ عکس ہو تصویر
کہاں وہ صورتِ پاکیزہ اور کہاں یہ نجس
کہاں وہ طائرِ خلد بریں کہاں خنزیر
یہاں شجاعت و ہمت وہاں یہ مکر و فریب
یہاں لباس پہ خوبی وہاں فقط تزویر
کرے مقابلہ کوئی تو ترک مثل شیر
جو بے کس آئے تو ہیں پرورش میں مثل شیر
نہ دشمنوں کا حسد کچھ نہ دوستوں کا رشک
نہ اِن کی کوئی تمنا نہ اُن سے کچھ دل گیر
جو آرزو ہے تو ہے یہ کہ سر پہ ہو سلطاں
وہ بادشاہ ہو یہ اُس کے آگے حکم پذیر
وہ کون قیصرِ عالی گُہر کرم گستر
وہ کون حضرت **عبدالحمید** خان خبیر
نہ کوئی اس کے برابر نہ کوئی ہم پلّہ
نہ کوئی اس کا مقابل نہ اُس کا کوئی نظیر
کرم میں ابرِ کرم دین میں ہے حامیِ دیں
مقابلوں میں دلاور مصاحبوں میں مشیر

سخاوتوں میں وہ دریا شجاعتوں میں شیر
معاملات میں عاقل محاربوں میں بصیر
زمانہ اُس کا موافق جہان اُس کا مطیع
اِدھر تو بخت معاون اُدھر خدائے بصیر
جہاں پہ اس کی عنایت خدا پہ اس کی نگاہ
فلک پہ اس کے مراتب زمیں پہ اُس کا سریر
عنایتوں میں برابر سب اپنے بیگانے
رعایتوں میں مساوی فقیر ہو کہ امیر
سخا و مہر و وفا و دعا و صبر و رضا
یہ کاروبار ہے وہ انتظام اور تدبیر
فلک پہ اس کے لیے مہر و مہ ہے نور افشاں
تو ہے زمین پہ **عبدالکریم** عالم گیر
کہاں وہ نور نظر جو نظر کے کام آئے
کہاں وہ ہمت ہمت فزائے بے تقصیر
لگائے ہاتھ گر وہ اپنی تیغ بُراں کا
تو تن سے جان الگ ہوئے عقل سے تدبیر
نہ سر میں ہوش رہے اور نہ دل میں تاب و قرار
نہ رخ پہ رنگ ہے نے لب میں طاقتِ تقریر

نہ دوستوں کی ضرورت نہ دشمنوں کا خوف
نہ اُن سے کوئی تغافل نہ اِن کی کچھ توقیر
جو پی کے آبِ بقا سخت جان ہو کوئی
تو اس کی آبِ سپر کے سوا نہیں تدبیر
اسی کی ہمتِ مردانہ تھی کہ سرویہ کو
ذرا سی دیر میں پھر ہٹ کے کرلیا تسخیر
وہ شاہ اور یہ سپہ دار اس پہ اُس کا عزم
میں اُس سے زیادہ کہوں کیا کہ روس کے تقدیر
کرے ہے قاسمؔ مسکیں دعا پہ ختم کلام
مدد پہ اس کی ہمیشہ رہے خدائے قدیر

❑❖❑

مرثیہ جناب حضرت حافظ ضامن صاحب شہید رحمۃ اللہ علیہ کہ حسبِ فرمایش جناب معلّٰی القاب مولانا الحاج حکیم ضیاء الدین صاحب رام پوری- مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے انھیں کے نام سے تصنیف فرمایا ہے-لکھا جاتا ہے، تاکہ اہلِ دل کو سوزِ درونی اور رنجِ مفارقت مخلصان مہجور کا معلوم ہووے۔ بہ چشمِ غور اور محبت دیکھنا چاہیے کہ کیا مضمونِ پریشاں کو انتظام فرمایا ہے۔

قصیدۂ نظم

مرثیہ حضرت حافظ ضامن شہید رحمۃ اللہ علیہ

نہ پوچھو ہو رہے ہیں کیوں خفا ہم اس قدر جاں سے
ہمیں پالا پڑا ہے اب کے غم ہائے فراواں سے
کہیں سے مول لا دے دل مجھے اور اے ہم دم
کہ اٹھے گا نہیں بارِ غم اس قلبِ پریشاں سے
غبارِ دل کی حاجت ہے غم سالار خوباں میں
میرے سینے کو بھر دو چیر کر ریگِ بیاباں سے
نگاہِ چشم موج خون کو کافی نہیں ہوگا
کوئی مشفق مرا تن چھان دے تیروں کے پیکاں سے
غمِ جاناں میں ہم کو ان دنوں رونا ضروری ہے
عداوت ہاتھ تجھ کو چاہیے جیب و گریباں سے

ہجومِ صدمۂ جاں کاہ ہر صبح و مسا اب کے
تقاضا ماتمِ غم کا کرے ہے جن و انساں سے
چھپا آنکھوں سے وہ نورِ مجسم خاک میں جا کر
کہ جس کا خال پا بہتر تھا اس مہرِ درخشان سے
شہیدِ راہِ حق حافظ محمد ضامنؔ چشتی
بنایا تھا جسے حق نے ملا کر عشق و عرفاں سے
بچھاتے تھے ملایک بال و پر پاؤں تلے جن کے
لٹائے خاک میں ان کو عجب ہے، چرخِ گرداں سے
پریشاں ہو گیا دل صدمۂ اول میں کیا کیجے
بہاتا اشک کی جا لختِ دل اس چشمِ گریاں سے
فراقِ یار میں کر فکرِ جاں کچھ اے دلِ ناداں
کہ اب کے بر سرِ پُر خاش غم آیا ہے ساماں سے
مدد کر صبر کچھ اب کے دلِ مضطر کے ہاتھوں سے
نظر آتا ہے غم میں ہاتھ دھو بیٹھیں گے ہم جاں سے
کشش نے عشقِ حق کی ان کو علیّین میں کھینچا
رہے ہم سر پٹکتے ہجر میں ان کی کہستاں سے
فراقِ یار میں جینا تعجب ہے ولے ہم دم
اجل سے اٹھ سکے شاید نہ ہم بارِ گناہاں سے

فراقِ یار میں ہر دم ہمارا حال ابتر ہے
مدد کرنا اجل فریاد کرتی ہیگی سجاں سے

نہیں معلوم کیوں ہے اس قدر شوقوں کی بے تابی
وہ آئیں اپنے ویرانے میں یہ باہر ہے امکاں سے

وصالِ یار ممکن ہی نہیں نادان جیتے جی
تو پھر بے تاب کیوں ہوتا ہے اے دل شوقِ پنہاں سے

تسلّی ہم دَموں تاروں کے گنّے سے نہیں ہوتی
کہ اس خورشید رو کی یاد میں ہم ہیں گے غلطاں سے

قریبِ یار ہم کو دفن کرنا ورنہ محشر تک
صدائے نالۂ شوق آئے گی گورِ غریباں سے

کروں ہوں یاد ایامِ گذشتہ اور نہیں کرتا
کہ حسرت کے سوا کچھ ہاتھ آئے گا نہ ارماں سے

مزے لوں شوق کے یا دفعِ غم دل سے کروں یا رب
نہیں ہوتے یہ دو کام ایک دن مجھ سے حیراں سے

دلِ بے تاب کے ہاتھوں سے تنگ آیا ہوں ہجراں میں
نہ چپکے ہی بنے ہے اور نہ کچھ ہوتا ہے افغاں سے

نشاطِ خلد میں گر یاد آ جائیں کبھی ہم بھی
تو آ کر دیکھنا پہنچے ہیں کس درجے کو ہجراں سے

غمِ فرقت میں یہاں گذری ہے پر کچھ بن نہیں پڑتی
تمھیں فرصت نہیں وہاں لذتِ دیدارِ یزداں سے
بھروسے کس کے چھوڑا آپ نے ہم سے غریبوں کو
دیا تھا دل تمھیں کچھ یاد ہے کس عہد و پیماں سے
بنے تھے یوں تو ہم روزِ ازل سے غم اٹھانے کو
نہ تھی پر یہ خبر ہوں گے الگ بھی تیرے داماں سے
رہیں تنہا ہم اور تم چل بسو قسمت میں یوں ہی تھا
بہ جُز افسوس میں پڑتا نہیں کچھ اس پشیماں سے
کرے ہے تنگ شوقِ یار کیا صورت کروں یا رب
کہ یہ جانِ حزیں ہم بزم ہو اس جانِ جاناں سے
نظر آئے گی یا رب پھر بھی وہ صورت کبھی ہم کو
سنیں گے پھر بھی وہ آوازا دن بسہائے خنداں سے
ملیں گے پھر بھی یارب ہم یہ آنکھیں ان کے تلووں سے
تھمے گا بھی کبھی لوہو کا ٹپکا اپنی مژگان سے
تو اے بادِ عنایت ہائے دل بر اب تو لے بس کر
بہت سے رو چکے ہم حسرت و افسوس حرماں سے
ہمیں یاد آئے ہے کچھ اور یاروں کی تسلّی سے
مرض بڑھنے لگا قسمت سے اپنے اور درماں سے

ہوا عالم سیاہ آنکھوں میں اپنی بے رخِ جاناں
نظر آئے مہ خورشید کا نے ماہِ تاباں سے
اگر ہو وصل مر کر اور علاجوں سے رہوں زندہ
تو یا رب آشتی ہو جا اجل کی آبِ حیواں سے
اجل ہم شوقِ جاناں میں تجھے جاں دیں تو پھر سن لے
نہ ہو ایسا کہ پھر آنا پڑے ہم کو یہاں وہاں سے
بہ حکمِ اتباعِ شوق یار آئیں ہم عاصی بھی
اگر گُھسنے دے کوئی پوچھ دو جنّت کے درباں سے
کسی کا کیا گیا پر رنجِ فرقت کی مصیبت کو
کوئی جا کر کے ٹک پوچھے **ضیاء الدین** نالاں سے
ہوئی ہم سے خطا یا تھی کشش حبِ الٰہی کی
کوئی پوچھے سبب رحلت کا اُس سالارِ خوباں سے
گناہوں کے سبب گر ہم نہیں ہیں لائق صحبت
تو ہم کو بخشوا لینا تھا کچھ کہہ سن کے رحماں سے
اگر ممنوع تھا ہم سے گنہ گاروں کا لے چلنا
تو تنہا اس طرح جانا بھی نا زیبا ہے سلطاں سے
اگر قاصد کوئی مُجھ کو وہاں تک کا بہم پہنچے
تو کہلا کر کے بھیجوں یوں میں اُس سالارِ خوباں سے

مبارک ہے تمھیں وصل خدا خلدِ بریں میں پر
ہمیں یوں چھوڑ کر تنہا تمھیں جانا نہ تھا یھاں سے
تمھارے ہجر میں جانِ جہاں کچھ بن نہیں آتا
دلِ حسرت زدہ گھبرائے ہے سیرِ گلستاں سے
غمِ دوری میں مرنا سہل تھا پر تیرا کہلا کر
گنہ لے کر خدا کے رو بہ رو جاؤں کس عنواں سے
دلِ مایوس کی کوئی نہیں صورت تسلّی کی
مگر ہاں سر نکالو تم اگر گنجِ شہیداں سے
تمھاری بزمِ پُر انوار جب یاد آئی ہے ہم کو
تو ایک شعلہ سا اٹھے ہے ہمارے قلبِ سوزاں سے
نہ پوچھوگے کبھے مڑ کر کے یوں ہم سے غریبوں کو
گماں کب تھا تیرے فضل و کرم اور لطفِ احساں سے
خبر لے جلد اپنے کشت گانِ عشق کی شاہا
قریبِ مرگ پہنچی ہیں غمِ پیچد و پایاں سے
تمھیں مشکل نہیں اب تک بھی کچھ اپنی خبر داری
شہیدوں کی حیات اور زندگی ثابت ہے قرآں سے
نہیں تم دور ہو پوشیدہ جاں سے قتل جاں تن سے
وگرنہ دور ہوتی ہے کہیں ارواح ابداں سے

ہمارے قبلہ و کعبہ تمھیں ہو دین و دنیا میں
اگر تم سے پھریں حق سے پھریں اور اس کے فرماں سے
تمھاری خاکِ پا اپنے لیے کحل الجواہر ہے
تیرے کوچے کے ذرّے ہیں ہمیں خورشیدِ تاباں سے
غلامی سے تیری نسبت نہیں جاہِ سکندر کو
تیرے کوچے کی ذلت ہے زیادہ عزِ شاہاں سے
تیرا در مطلعِ صبحِ سعادت ہم سمجھتے ہیں
تیرے کوچے کو بڑھ کر جانتے ہیں خلدِ رضواں سے
تیرا سایہ ہو جس پر اس پہ ہو اللہ کا سایہ
خدا راضی ہو تو راضی ہو شاہا جس مسلماں سے
مدد کر غوثِ اعظم بے کسوں ہم سے غریبوں کی
چھڑائے غیر تیرے کون دستِ نفس و شیطاں سے
پڑا پالا مجھے شیطان سے دشمن سے جیتے جی
ڈروں ہوں دے نہ وقتِ مرگ وہ میرے لیے جھانسے
ملاؤ من مناسب کب ہے شیطان لعیں ہر دم
ترے خادم کو یوں دامِ غرور و کبر میں پھانسے
خبر لینا ہماری اے شہِ دنیا و دیں جلدی
کہ ہے گا بر سرِ کیں نفس اس ننگِ غلاماں سے

اسیرِ نفس ہوں کوئی نہیں صورت رہائی کی
نظر اک تیری جانب ہے فقط سب اہلِ دوراں سے
پکڑنا ہاتھ میرا شمعِ نورِ احمدی جلدی
کہ رہ ملتا نہیں مقصود کا ظلماتِ عصیاں سے
عنایت سے تیری اب بھی توقع ہے مجھے شاہا
کہ پہنچوں تیری خدمت کے لیے جنت میں آساں سے
خدایا ناتواں ہوں بارِ عصیاں اٹھ نہیں سکتا
سفر عقبیٰ کا اُس پر آ لگا دنیاے ویراں سے
بہ حق شیخ دیں حافظ **محمد ضامن چشتی**
ضیاء الدین جائے اس جہاں سے یارب ایماں سے

❑❖❑

بحرِ فارس

قصیدۂ فارسی

درمدح حضرت سلطان عبدالحمید خان صاحب خلد اللہ ملکہ

فگن فگن برخِ گل شتاب برقع نور
که گرد ظلمت شب به زروئے پاکش دور
بکش بکش برخ سبزه زود وچادر آب
که خاک ریزی بیجاست باد را دستور
بمال در شبِ مه عطر بو بدامنِ گل
که پر شده است ببین جام مه ببادۂ نور
صبا به غنچه بگو چشم برکشا ومترس
که رفت مرکب باد خزاں زگلشن دور
نسیم صبح چمن خیز و رقص مستی کن
که باز آمده آں روزگار عیش وسرور

لباس سبزہ برآر است خاک بر تنِ خویش
بدلق ابر بپوشید چهره چرخ غیور
صبا سپرد ببوئے گل آں ہوا داری
بکار گرد شده نور مہر و مہ مامور
زبہر شستن دامان گل زگرد وغبار
باابر رعد زند روز نعرۂ پرشور
بیک نواح گل وسبزه زار ومیوۂ آب
بیک نواح طیور وترانہائے طیور
مگر نہ نغمۂ بلبل رسد بخوبی گل
نہ سبزہ رنگی سبزه نہ لذت انگور
بایں نزاکت وخوبی بہ بیں کہ آب رواں
بپائے بوسی گل می دود زراه دور
بخاک سایه زدند وبباد بودادند
زبار سایہ گل دوش گل چو شد رنجور
چہ رنگ وبوست تو گوئی بصورت وسیرت
بہ پیکرش شده عبدالحمید خاں مستور
لباس پیکر او حلۂ زعالم نور
بساط سایۂ او از سواد دیدۂ حور

جدا ز سایه او روز روشن من وتو
برنگ بخت بداندیش چوں شب دیجور
غبار راه نمودند نور مهر وماه
زمین کرد جگر پارہائے کاں منشور
فلک به پشت خم آمد به پیش کیں حاضر
زمیں بزیر قدم سر نہاده کیں مقدور
نگه وش اسپ نگه سیر او بچشم زدن
بخانه باز رسد طی نموده راه دور
تگ تگاور او خنده می زند بر برق
بکار مرگ زند طعنه خنجر وساطور
بکار او ہمه گر سوختیم ما بغمش
ز سوز کینۂ تن دشمن ست چوں تنور
عدو بسینه نہد ہمچو دل سنانش را
اگر به دیده کشد دوست خاک راه مرور
چو دوستاں دل وجاں نذر پیش او آزند
حدو به پیش نہد از دماغ کبر وغرور
چو مہر طالۂ او ہمتش چو طائر قدس
بلند ز آتش او تابشے زجلوۂ طور

چو مہر وماہ زر افشاں چو برق آتش زن
برائے مخلص وبرجان دشمن مغرور

بنور عدل زدود از جہان ظلمت ظلم
به فیض مہر سخائش جہاں شدہ معمور

به بندگی وعبادات بندۂ عاجز
به عدل و عفو و کرم نائب خدائے غفور

سپاہِ او بدلیری ست چوں صف شیراں
بپا کنند بیک نعرہ شور روز نشور

بدشت سیل روانند دور بود دریا[کذا]
بوقت حملہ چو موج رواں کنند عبور

چو تیر خویش ندانند باز پس گشتن
چو دست خویش ندانند در جہاد قصور

چو پشت روس زمیدان رونگردانند
چو مرگ روس نسازند خون روس بزور

نہ خوف مرگ بجاں نے ہراس زخم به تن
بوقت جنگ چو طفلاں به لہو خود مسرور

به ضعف ہمت اعدا ترحم آوردہ
بزور دست رسانند تا بدار ثبور

بہم کشیده بزنجیر روس را ترکاں
بوقت فتح نمودند حرکت مجرور
گرفت روس بزیر سرین سنان ترک
که تا چو نیش گریزاں زنند چو زنبور
ززخم نیزۂ شان بر سرین روس بماند
بسے کشاده شگافے چو دیده در سر حور
اگر چو مور بود روس وفوج شه تن چند
چه باک زنده بمالند زیر پا چوں مور
به تیغ ونیزه وتیر وتفنگ وکثرت فوج
گماں مبر که شود مرد جنگ جو منصور
متاع فتح ظفر ہمت ست وبخت بلند
نه فوج وتوپ وتفنگ و خزانۂ معمور
بیار ہمت مردانه وار بخت بلند
بیاد آرز کار سکندر وتیمور
ببین بلندی بختش که بہر او اقبال
بشکل وصورة عبدالکریم کرد ظہور
زبیم تیغ کفش کاوست جاں ستان چه عجب
نہاں بگوشۂ تن جان روس جوید گور

بجان روس بود ہمچو آتش سوزاں
دہد بچشم محبانِ خویش جلوۂ نور

عدو ز دست چو آتش زآب کشته و دوست
چو تشنه زاب خنک زندۂ و خوش و مسرور

زند چو بندقۂ برغنیم بنشیند
بسینه چوں دل سوزانِ عاشق مہجور

ببوسۂ سُم اسپش نمی رسد ہر چند
بجست برق زجا ہمچو نور دیدۂ کور

بہادرے که بہم گر شود به فوج غنیم
چو دود زآتش سوزاں شوند جمله نفور

سخی بوقت سخا وحلیم وقت حلم
بوقت صلح شکور و بوقت جنگ صبور

بماند ایں سپۂ چست وشاه عالی بخت
بہم چوماه ونجوم وچو آفتاب ونور

دعائے قاسمؔ دل خسته وفقیر وحقیر
بحق شاه وسپاہش خدا کند منظور

شجرۂ منظومہ چشتیہ صابریہ

من تصنیف سیدنا ومولانا ومرشدنا وہادینا قطب العالم
جناب حضرت مولوی محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی غرق دریائے گناہم
تو میدانی و خود ہستی گواہم
گناہ بے عدد را بار بَستم
ہزاراں بار توبہ ہا شکستم
حجابِ مقصدم عصیان من شد
گناہم موجبِ حرمان من شد
بآں رحمت کہ وقفِ عام کر دی
جہاں را دعوتِ اسلام کر دی

نمی دانم چرا محروم ماندم
رہین ایں چُنیں مقسوم ماندم
گدا خود را ترا سُلطاں چو دیدم
بدرگاہِ تو اے رحمان و دیدم
بحق مقتدائے عشق بازاں
رئیس و پیشوا ئے جاں گدازاں
امام راست بازاں شیخ عالَم
ولیِّ خاص صدیقِ معظّم
شه والا گُہر امداد اللّٰہ
که بہرِ عالم ست امداد اللّٰہ
بحق بادشاہِ عالمِ نور
رئیس راستاں ثانیِ طیفور
شہِ نور محمدؐ نورِ مطلق
امام اولیا صدّیقِ برحق
بآں شاہ شہیداں حاج حرمین
شہِ عبد الرحیم غوث دارین
بعبدِ الباری شیخ طریقت
چراغِ دینِ احمد شمعِ ملت

بعبد الهادی ہادیِ پیراں
امیر و دست گیر دستگیراں
بحق شاه عزیز الدین اعنی
نہنگ بحرِ عشق و بحرِ معنی
بآں غواص دریائے حقیقت
محمد مکیِ قطبِ طریقت
به شمس چرخ دیں شاه محمدی
که ہم ہادی بُدوہم بود مہدی
بحق بحرِ مواج معانی
محب اللّٰہ محی الدین ثانی
بحق بو سعید فخرِ اقراں
جنیدِ وقت خود شبلیِ دوراں
بسلطان المشائخ صدرِ اعلیٰ
نظام الدین شاهِ دین و دنیا
به حق صدر ایوانِ جلالت
جلال الدیں شمس چرخِ رفعت
به حق عبد قدّوس مقدّس
که کمتر دید چوں او چرخِ اطلس

بحق سر دبستانِ سعادت
محمد جوہر کانِ سعادت
به حق سرورِ اہلِ معارف
ملاذِ اہلِ عرفاں شیخ عارف
بحق احمد عبد الحق که افلاک
به پیش رفعتش پست ست از خاک
بحق مرکزِ اہلِ کمالات
جلال الدین شہِ عالی مقامات
بشمس الدین خورشیدِ جہاں تاب
امام و قدوۂ ابدال و اقطاب
بحق بحرِ ذخّار محبت
بحق مشعلِ نارِ محبت
بحق نور چشمانِ اکابر
علی احمد علاؤالدین صابر
بحق شاه عالی آستانه
فریدالدین یکتاے زمانه
ب شمس الاولیا بدر المشائخ
امام الاصفیا فخر المشائخ

جناب خواجه قطب الدین چشتی
که شسته از جهانی نقش زشتی
بحق آنکه شاهِ اولیا شد
درِ اُو بوسه گاهِ اولیا شد
معین الدین حسن سنجری که بر خاک
ندیده چرخ چوں او مرد چالاک
فدا بر نامِ اوجان و دلم باد
نثار در گهش آب و گلم باد
بآں رشکِ ملائک فخرِ انساں
سپه سالارِ نیکاں خواجه عثماں
بحق مستِ حق شاهِ یگانه
شریف ژندنی فخرِ زمانه
بحق خواجۂ مودود چشتی
که سگ را فیضِ او ساز دبہشتی
بحق دُرِّ یکتا جوہرِ پاک
ابو یوسف چراغِ ہفت افلاک
بحق بو محمد محترم شاه
که بُدور روز خورشید و بشب ماه

بحقِ حاکمِ شہرِ ولایت
ابو احمد دُر بحرِ ولایت
بسالا رطبیان رواں ہا
ابو اسحاق صیقل ساز جاں ہا
به حقِ شاه والا جاه ممشاد
علو در عشقِ مولا کامل اُستاد
بحق بو ہبیره زیب عَالم
گلِ باغِ سعادت فخرِ آدم
بحق آں که دل در عشق حق بست
حذیفه مرعشی شیر نرمست
بحق پور ادھم محوِ یزداں
امیر عالم ابراہیم سلطاں
به حق زبدۂ نیکو نصیباں
فضیل ابن عیاض اُستادِ عرفاں
بعبد الواحد ابن زید شهباز
که بالا شد زکرّوبی به پرواز
بحق مقتدائے مقتدایاں
حسن بصری امام پیشوایاں

بحق شیر یزداں شاہِ مرداں
در علمِ لدُنّ و فیضِ رحماں
خلیج بحرِ رحمت منبع فیض
تجلّی گاہِ یزداں مطلعِ فیض
بحق آں که مداحش خدا شد
رسولِ پاک او رراہنما شد
علی ابن ابی طالب که خورشید
بنور خاک پائے او درخشید
به حق آں که او جانِ جہاں ست
فدائے روضه اش ہفت آسماں ست
بحق آں که محبوبش گرفتی
برائے خویش مطلوبش گرفتی
پسندیدی زجمله عالم آں را
بما بگذاشتی باقی جہاں را
گزیدی از ہمه گلہا تو اُورا
نمودی صرفِ او ہر رنگ و بُورا
ہمه نعمت به نامِ او نمودی
دو عالم را بکام او نمودی

بآں کو رحمۃ للعالمیں ست
به درگاہت شفیع المذنبیں ست
بحق سرورِ عالم محمدؐ
بحق برترِ عالم محمدؐ
بذاتِ پاک خود کاں اصلِ ہستی ست
از و قائم بلندی ہا و پستی ست
ثنائے او نه مقدور جہاں ست
که کنہش برتر از کون و مکاں ست
دلم از نقش باطل پاک فرما
براہِ خود مرا چالاک فرما
بکش از اندر و نم الفتِ غیر
بشو از من ہوائے کعبه و دیر
در و نم را بعشق خویشتن سوز
به تیر درد خود جان و دلم دوز
دلم را محو یاد خویش گرداں
مرا حسب مراد خویش گرداں
اگر نالایقم قدرت تو داری
که خار عیب از جانم براری

بخوبی زشت را مبدل نمائی
سیاہی را بہ بخشی روشنائی
گناہم را اگر دیدی نگر هم
بعفو و فضل خود اے شاہِ عالم
بہ حرماں ایں گدائے خستہ تاکے
دعا نشنیدن و سرگشتہ تاکے
بسے بگذشتہ شاہانا مُرادم
بہ درگاہت رسیدم ساز شادم
بچشم لطف اے حکم تو برسر
بہ حالِ قاسمؒ بے چارہ بنگر

❑❖❑

بحرِ عرب

قصائدعربية

الحمد لله معز الاسلام بنصره، و مذل الكفر بقهره، الذى اظهر دينه على الدين كله، و جعل العاقبة للمتقين بفضله، و ارسل المرسلين صلوٰة الله عليهم الهادين لعباده، و الصادعين لرشاده، و ختمهم بافضل خواصه و اوليائه و بخير رسله و انبيائه، سيدنا و مولانا محمد صلى الله عليه وسلم و عظم و كرم، فاقام الحجة و اوضح المحجة و على آله و اصحابه الذين اماطوا اذى الكفر عن طريق الحق و اليقين، و ازاحوا قذى الشرك عن عين الملة و الدين۔ اما بعد: فلا يخفى على اهل الخبرة ان الدولة العلية العثمانية ادام الله عزها و نصرها و مكن فى الارض نهيها و امرها هى اليوم عماد الدين الذاب عن ملة سيد المرسلين و ان مولٰنا سلطان بن السلطان الغازى عبد الحميد خان خلد الله ملكه و سلطانه و افاض على العالمين بره و احسانه۔ قد جمع الله فيه اشتات الفضائل التى لم يوجد فى الاواخر و الاوائل۔ فلا قرين له من ملوك الاسلام و لا مماثل فهو ملاذ الاسلام و المسلمين و حامى حوزة الدين و معقل الغزاة و المجاهدين و خادم الحرمين الشريفين و محافظ القبلتين و المتكفل لخدمة العتبات المتبركة و المشاهد المقدسة، فلذا اصبح مخدوم من رُزق السعادة ممن يستقبل الكعبة

المعظمة و ينطق بكلمتى الشهادة و يرجو من الله حسنى و زيارة فطاعته و اعانته فرض على كافة الانام من الخواص و العوام، و قد بلغنا ان بغض الفجار من اهل الصرب و الجبل الاسود و البلغار، و كانوا من تبعة الدولة العلية سلكوا فى هذا لعصر سبيل العصيان و اختاروا طريق البغى و الطغيان بتسويل بعض المردة اخوان الشياطين فى الفساد ساعين و للعهود و ناكثين فندب اليهم السلطان طائفة من عساكره رجالاً كالليوث الخوادر و الغيوث الهوامروا السيوف البواتر قدوضعوا اسيافهم على عواتقهم محتسبين للجهاد و منتدبين فى ذات الله للاستشهاد و يخطبون الجنان بصداق الارواح و يستامون الغفران بحد ودالصفاح فساروا بين انهار عميقة الاغوار بعيدة ما بين الاقطار و الجبال الشواهق والسيول الدوافق وكان عظيم الجيش الصنديد الاكرم و القرم المفخم عبد الكريم فقاتلهم بقلب جرى و انف حمى و عزم زكى و بطش قوى و راى بالصواب، و رى حتى حمى الوطيس واستوى المرؤس و الرئيس فلم يزل الحرب على حالها حتى ارسل الله رياح النصر لاولياء السلطان، و ادار دائرة السوء على اهل الطغيان، فاخذتهم السيوف من كل مصاد ومنعطف الواد و فتحت قلاعهم وصياصيهم جزاءً لكفرانهم نعمة السلطان و معاصيهم فقتلوا مخذولين و انقلبوا صافرين فقطع دابر القوم الذين ظلموا، والحمد لله رب العالمين هذا و لما رأيا عجزنا عن نصرة الدولة العلية مالا و بدنا و قصورنا فى اداء شكرها جناناً و لساناً التجانا الى الدعاء اذ هو راس مال الضعفاء، و افضل ما حوته

حقیبة الفقراء، و قد ورد فی الحدیث الشریف من اسدی الخ۔ فنقول اللهم ادم بقاء السلطان السید الاجل جامع کلمة الایمان قامع اهل الزیغ و الطغیان، اللهم ابق للاسلام مهجته و للایمان صورته، و انشر فی المشارق و المغارب امره و نهیه و دعوته، اللهم افتح علی یدیه ادانی الارض و اقاصیها و ملکه صیاصی الکفرة و نواصیها، اللهم ذلل به معاطس الکفار و رغم به انوف الفجار، اللهم ثبت الملک فیه و فی عقبه الی یوم الدین و اضرب الذلة و المسکنة علی الکفرة الفجرة فانهم لا یؤمنون حتی یروا العذاب الالیم۔ آمین، بحرمة نبیه و صفیه سید المرسلین، و آله و اصحابه لرحماء بین المؤمنین الاشداء علی الکافرین۔ و ها انا اذکر الآن بعض القصائد المدحیة اذ هی نوع من شکر الدولة العلیة نظمها بعض العلماء من المدارس الاسلامیة امتثالاً لامر من رزق الحمیة الدینیة و الغیرة الایمانیة الفاضل البارع الاوحد الکامل الامثل الامجد طراز العصر و زین الزمن مولٰنا مولوی محمد فخر الحسن سلمه اللہ تعالیٰ و ابقاه و علی مدارج الکمال رقاه لمخدوم۔

لمخدوم العلماء مولٰنا المولوی محمد قاسم
فی مدح سلطان عبد الحمید خان خلد اللّٰہ ملکہ

نفسی وما بیدی فدی ادلالکم
ان مت دونکم فمن لدلالکم
انسیتم ایام حُسن خصالکم
ایامَ کان حیاتنا بوصالکم
اذانت دون النفس وھی بعیدة
متنا مراراً بالسرور ھنالکم
اذتطلعون کل یوم کالذکا
وتراودون الطرف مذاِظلالکم
والیوم نظری مثل شوکة سمرة
وتکلُّ ارجلکم بجرّ ظلالکم
قتلتنا قتل العدو فقل لنا
ھذا دلال ام جزاء خلالکم

ما کنت اسلو بالوصال وفوقہٗ

والیوم اتمنی طروق خیالکم

شوقی یسوق الیک ثم یعوقنی

عذل العواذل واحتمال ملالکم

صرنا کاثار الخطیٰ او دونھا

افما بلغنا منتھی اٰمالکم

ما فی غیر الاسم الا اننی

لا سیرُ سیر الظل خلف جمالکم

لا تسئلون وقد فنیت بھجرکم

افما فرغتم بعدُ من اولالکم

دعنا نموت تحسراً فالیٰ متی

ادلالکم والخبر عن اقبالکم

مذ غبت عن عینی طالت لیلتی

ام اظلم الایام دون جمالکم

فسواد ظلک فاق انواراً کما

عکس الذکاء یری کدورۃُ خالکم

ھذا الجمال ولا جمال یفوقہ

عبدالحمید اظن فی تمثالکم

للّٰہ در کم بنی عثمان لُو
ھذا دلیل جمالکم وجلالکم

سر الکرام البیض وابن صمیمھم
وسلالۃ الاشراف زبدۃ آلِکُم

شمس الضحیٰ بحر الندیٰ اسد الوغیٰ
لا فضل الا وھو فی افضالکم

لو کنت منہ بمسمع او منظر
لعرضت یا من شاع صیت کمالکم

الناس اطوار ولکن این ما
بجمالکم وجلالکم ونوالکم

قد غر طاغوت النصاری حلمکم
ومکارم الاخلاق دون نزالکم

لولاہ ما طمع النصاریٰ فیکم
فاروا بسالتکم وحد نضالکم

فسیندمون ولات حین ندامۃ
اذ قد تبدیٔ ناجذا اھوالکم

ربما سبقتم موتھم فلو انھم
ماتوا فما یغنی من استقبالکم

الخیل خیلکم اعزن وما استوی

نقع اثارتھا الیٰ اذیالکم

فاتت عقول جنودھم فرسانکم

فوت المحال عقولکم ومثالکم

طارت الیھم خیلکم فعقولھم

طارت کمثل المال من افضالکم

قدا وقدوا ناراً الوغی حتی اذا

حمی الوطیس ولاح برق نصالکم

بردوا کما قُتلوا بھا فاستدفأوا

بالنار ام ھانت بجنب نکالکم

لا یھربون من المنایا ان اتت

واذا اتیتم ادبروا کنبالکم

لجأوا الی النیزان لما عاینوا

بأساً شدیداً من وراء نضالکم

خذھم امیر المؤمنین فانھم

بدأوا وقد عذروا علیٰ امھالکم

فالی متی ھذا التلطف والاسی

والیٰ متی اصلاحھم بمقالکم

یا خادم الحرمین حامی ملة

بیضاء فوق وجوهکم ونجالکم

قوا عزة الحرمین شر جماعة

لیس المذل لهم سوی ابطالکم

قوا عزة الدین القویم واهله

بالهمة العلیا کذروة حالکم

هذا وان قیامکم بدفاعهم

لا زال عزتکم وعزة آلکم

الله ناصرکم فبدّد جمعهم

شرّد بهم من خلفهم لقتالکم

لولا مهالک فی مهالک دونکم

من دونها اخریٰ وهن کذالکم

وموانع وغَلائق وعوائق

عاقت متی عرض المُنی بحیالکم

لرأیتنا ونحورنا کسیوفکم

من دون نحرک عصمة لا ثالکم

نعدو الیهم موجعین نقول یا

اعداء انفسکم عِداة عیالکم

ان کان بغیتکم ببغیکم العلیٰ

فرماحنا تعلیٰ رؤس رجالکم

تعصون من طاعت منایاکم لہٗ

وتماطلون معجلی آجالکم

ھو رأسکم وبہ البقا ان یعتزل

فالموت ادنیٰ من شراک نعالکم

شمس وما شمس فھل من مظلم

ھاتوا بظلمۃ غیکم وضلالکم

ایاکم وجنودہ فسیوفھم

خطافۃ الارواح من امثالکم

یاحبذا عبدالکریم امیرھم

قد قطّع الانساب قطع حبالکم

ففررتم عن امھاتکم وعن

ابناءکم وعن ذوات حجالکم

فیکاد یبری سیفہ الاشکال من

اجسامکم واللون من اشکالکم

جبل اذا زاحمتم برق اذا

اجفلتم سیل لدی استقلالکم

برق وما برق فهل من دافع
لیدکّ ارضکم وصمّ جبالکم
لیث وما لیث اوان قتالکم
غیث وما غیث لدی امحالکم
قسم السیوف بأن قوائمها لهم
وصدورها لکم الی اجفالکم
عبدالکریم ابن الکریم اب کریم
هو قاتل الکرماء من اقیالکم
یا شرّد الصرب انتهوا خیراً لکم
لا ترجون صلاحکم بخیالکم
افلا ترون مصائباًتِ رب الردی
احللن اهو الا محل غلالکم
لا رأس فیه حجی ولا قلب به
صبر فهل سُ لباًمع اموالکم
هذی دیارکم فلا داع ولا
فیها مجیب دعائکم وسوالکم
قد اظلمت کوجوهکم وحظوظکم
هل سودتها ظلمة من بالکم

ام طال لیلتکم فداک ظلامها

ام اظلمت ایامکم بفعالکم

ام آن شدّ کم الرحال الی لظی

فاللّٰہ اخرها الشد رحالکم

کی لا تضلوا عن طریق جهنم

بضلالکم و ظلام سوء مآلکم

بل اظلمت من دون ظل اللّٰہ من

فی ظله نور الهدیٰ لمنالکم

اللّٰہ ینصره و یخذلکم به

و یزیده فی العز من اذلالکم

❑❖❑

للادیب الماہر المولوی محمد ذوالفقار علی
فی مدح سلطان عبدالحمید خان خلد اللہ ملکہ

یا قاسیٔ القلب یا من لج فی عذلی
الیک عنی فانی عنک فی شغل
و کیف تعرف حال المستہام ایا
من لم تصبہ سہام الاعین النجل
نام الخلیون فی خفض و فی دعۃ
و قد ارقت بدمع سائل ہمل
قد صادنی عرضا روسیۃ غنیت
بحسنہا عن جمال الحلی و الحلل
سفاکۃ و حیاۃ العاشقین بہا
فتاکۃ و ہی مع ذا مرہم العلل
ہیفاء ضامرۃ لعساء غادرۃ
بیضاء ساحرۃ بالفنج و الکحل

کالشمس تبدو جهارا غیر خافیة

ولا تستّر بالاستار و الکلل

رنت اتی بعینی جوذر فغدا

قلبی جریحا بجرح غیر مندمل

فیا بنی الاصفر التزویر شیمتکم

تلقیکم خود کم فی الشر و الغیل

قولوا الها الآن ان شئتم فلاحکم

اَنْ صبَّک المبتلیٰ لاتهجری و صلی

ان لم تتب من جفاها قد عزمت علی

ان استغیث بسلطان الوری البطل

عبد الحمید امان الخائفین عبید

الظالمین سدید القول و العمل

کهف الانام مغیث المستضام له

الیٰ قاصی المعالی اقرب السبل

العادل الباذل المرهوب سطوته

فی الجود کالبحر بل کالعارض الهطل

غوث الوری خادم الحرمین معتصم

المکروب غیث الندی یهمی بلا مطل

شهم همام امير المؤمنين و سلطان
السلاطين نجل السادة الاول
راس الكماة امام للغزاة و مقدام
الحماة لدين اشرف الملل
فشمشم ندس قرم اخى ثقة
ماضى العزيمة من خمر العلى ثمل
لله جيشك ابطال النزال و من
فى الكر كالليث فى التمكين كالجبل
ابناء حرب قتال العلج بغيتهم
آساو حرب لهم غاب من الاسل
الخائضون غمار الموت من طرب
و القاهرون على الاقيال و البسل
قضوا حقوق المعالى بالسلاهب
و البيض القواضب و العسالة الذبل
عبد الكريم عظيم الجيش يقدمهم
ثبت الجنان قوى القلب فى الجلل
النصر يقدمه و الفتح يخدمه
و الله يحميه من زلل و من خطل

یا آل عثمان یا فخر الکرام و یا

خیر الانام لانتم منتهی امل

صید الملوک صنادید القروم اما

ثیل السلاطین فی الاعطاء کالسبل

اجزاکم ربکم خیر الجزاء عن

الاسلام اذ قد نصرتم سید الرسل

اغناکم اللہ بالنصر المبین لکم

عن الاعانۃ بالانصار و الخول

و لو دعوتم اولی التقوی لخدمتکم

لبّٰ اکم الکل من حاف و منتعل

من کل مصطدم للہ منتقم

لیث الوغی غیر هیاب و لا و کل

سلو اسیوفکم و اللہ ناصرکم

علی الطغاۃ من الاوغاد و السفل

حتام حلمکم بغیریهم و الی

متی سیوفکم فی الجفن و الخلل

تبا القوم بغوا کفراً لنعمتکم

فاهلکوا الوبال المکر و الدخل

فاصبحوا الایری الا مساکنهم
بین البلاقع و الغارات و الطلل
للهدم مارفعوا للخرق مارقعوا
للنهب ما جمعوا بالزور النجل
للسبی ماو لدوا للحرق ماحصدوا
للسلب ماحشدوا بالغدر و الدغل
لله درکم لله درکم
اذ قد تدارکتم العطشی علی عجل
سقوا کؤس الردی کرها و قد شربت
طوعاً و دماءهم الاسیاف بالعلل
حماکم الله ما امضیٰ سیوفکم
قطعتموهم وهم اکسی من البصل
یا ایها الملک المیمون طلعته
اما تری الروس فی التزویر والحیل
و کیف دسوا و قد حثوا البغاة علی
الغدر الشنیع فجوزوا الذل بالفشل
جاءوا الحرب کم معهم فردهم
ظبی سیوفکم بالویل و الالل

لما راو کم تولّوا مدبرین

و مخذولین ما اکثر ثوا باً بالاهل و الثقل

فالکفر فی خطر و الدین فی ظفر

وا لروس فی خجل وا لروم فی جذل

اضحی سیوفهم امسی مدافعهم

فی الغمد من عطل و الخرس من صحل

یائس ما اقتدحوه من وقاحتهم

بدعا فیا انف منه کل ذی نبل

و قد اصبتم اذا اعرضتم انفاً

عن قول کل سخیف الرأی مبتذل

اخزاهم الله ما اغباهم فنسوا

قدما هزیماتکم فی الاعصر الاول

هذا و اذ جربوا فیکم مجربهم

عادوا ندامی کما قد قیل فی المثل

و قد دعانی الی الانشاد مجدکم

قسرا فلست باهل الشعر و الغزل

عذرا ففضلکم و الشعر بینهما

فرق جلی و این البحر من وشل

من این للأبکم الهندی مدحکم
لکن کفیت عن التفصیل بالجمل
ابقاکم الله فی عز وفی شرف
وفی علو وفی مجد وفی زعل
اعداءکم فی حضیض الذل من خبل
احبابکم من ذری العلیاء فی قلل
بهاشمی کریم سید سند
هاد بشیر نذیر سید الرسل

❑❖❑

للاديب الكامل المولوى فيض الحسن
فى مدح السلطان عبد الحميد خان خلد الله ملكه

عالى بذى الارض من وال ولا واق
ولا طبيب ولا آس ولا راق

ولا حميم ولا جار ولا سكن
ولا نديم ولا كاس ولا ساق

ابكىٰ على بكاءً غير منقطع
فلينظر الناس اجفانى وآماقى

حولى كثير عن الاعداء همهم
قتلى ومالى دون الله من واق

قوم غلاظ شداد وسيط من دمهم
شراسة وعتوا فى سوء أخلاق

جفت نفوسهم قست قلوبهم
فلا تلين بشئ من تملاقى

انی اخاف نفسی تالبهم

علی اشفق منهم کل اشفاق

فسوف آوی الی جلد اخی ثقة

ذمر کمی الی التقتال مشتاق

حامی الذمار حَمِیُّ الانف ذی انف

طلق الیدین طویل الباع سواق

عادالی قتل قتل غیر مکترث

اذتکشف الحرب بلاَبطال عن ساق

شاکی السلاح الی الرایات مبتدر

صدق المقام الی الغایات سباق

عن آل عثمان سامی الطرف مبتسم

الی الطعان شدید الباس مشتاق

قوم اذاما غزوا فازوا ببغیتهم

ولا یعودون فی شئ باخفاق

فتیان صدق اولو بأس وذو کرم

لایجلسون لدی قوم باطراق

هینون لینون لایرمون فی خلق

بسوءة وتراهم حسن أخلاق

بیض کرام لهم مجد و مكرمة
غراء يثنى عليهم كل مسلاق
لا يرغبون اذا نالوا منالهم
فى المال والخيل والاجمال والناق
ان سيم اصغرهم خسفاً و مظلمة
يغضب الى السيف فردا غير مفتاق
لا يصبرون على مالا يليق بهم
وان تمالى عليهم جمع فساق
يسقون عذباً فراتاً طاب مورده
لا يشربون لغسلين وغساق
يوفون بالعهد ان يرموا بمنقصة
فلا يخاف لديهم نقض ميثاق
لا يبخلون على من جاء يسئلهم
وما لابوابهم عهد باغلاق
جادوا باموالهم جادوا بانفسهم
ولا يزالون فى جود و انفاق
نثنى عليهم وما نثنى وقد كبروا
عن الثناء بتبليغ و اغراق

اعــزۃ ســادۃ صــید ذو و شــرف

بیـض کـرام بنـو عیـص بـن اسـحاق

امــر جلــی و شــان غــیر ملتبــس

قبــل اعتصــام ببرهــان و مصــداق

یعــو لهم ملــک بر نــد تــدس

مــدراراً عطیــۃ مفتــاح ارزاق

راس السـلاطین عـرنین الملـوک لـه

مجــد اثیــل و غــرّ باســق بــاق

لیث اذاا لدهر فی خوف و مضطرب

غیـث اذاالنـاس فـی بـوس و امـلاق

فـک الرقـاب و اطـلاق العنـاۃ بـه

یـری فـلازال فـی فـک و اطـلاق

یـا ایهـا الملـک الغـرنیق انـت لنـا

مولــی و انــت مفــدی کــل عُرثــاق

للّٰہ درک اذا نکــــرت مانطقــــت

بــه الاعــادی و لــم تــزیق بــازلاق

بــاؤا بــذل علــی غیــظ فقیــل لهــم

اخــزاکم اللّٰہ فــی مصــر و رســتاق

کذاک یفعل من یبغی العلی ولہ

عرق کریم یباری کل اعراق

زان الالہ بک الدنیا فما برحت

تربو او تہتز فی نور و اشراق

یثنیٰ علیک ولا تحصیٰ مناقبکم

بذکر ما فیہ من سم و تریاق

تحیئی الحبیب باکرام یلیق بہ

تردی العدو باغراق و احراق

قلب قوی و رای صائب و ید

تہوی الی السیف فی میل و مشتاق

و باس عبد الکریم الباسل البطل

الاتی بما شاء من نفع و ازھاق

لمن یوالی و مما شاء من ضرر

لمن یعادی بایثاق و ایباق

لا بارک اللہ فی قوم طغوا و بغوا

علیک ثم عتوا فی بعض آفاق

بغوا علیک فخابوا اذ لقیتھم

بکل ضرب شدید الضرب محزاق

بکل ذی مصداق صدق اخی صدق
اذادعی صدقه یاتی بمصداق
یبغی البراز فیعدو غیر مکترث
بهم فیضرب منهم فوق اعناق
ویل الله من شدید العدو حیث اتی
یعدو ویزری علی عمرو بن براق
جاهدتهم واتقا بالله فانهزموا
خوفا ومن قتلوا القوا باصلاق
تنهسهم اضبع فیها وتاکلهم
طیر ولو اُسروا بیعوا باسواق
اتیتهم فتولّوا حین صار لهم
نفع السوابق حشو الانف والماق
سقیت من جاء کم منهم علی ظماء
کاس الحمام جزاک الله من ساق
ویل لهم وعلیهم اذا توا افلقوا
فارهقوا سوء ذل شر ارهاق
مات العدو مغیضا مخنقا وتری
اعداعدوک فی غیظ واحناق

انتم جدیر بان تملی لکم کتب
من المدیح فلا ترضوا باوراق
انا نحبک حبا لا یماثله
ولا یدانیه شیئاً حب عشاق
ندعو لکم ولمن فیکم لکم ولمن
یثنی علیکم ولا یثنی باملاق
هذا ونرجو لکم خیرا ونحمدکم
بذکر ما شاء منکم ملاء اشداق

❑❖❑

لمخدوم العلماء مولانا المولوی محمد یعقوب
فی مدح السلطان عبد الحمید خان خلد اللّٰہ عظمتہ وسلطنتہ

الوعظ ینفع لو بالعلم و الحکم
فالسیف ابلغ وعّاظ علی القمم
فنفع ذاک لمن القی السماع لہ
و نفع ھذا لمن الغیٰ سوی الکلم
لولاہ ما بلغ الدنیا لاخرھا
وآض کل وجود الدھر فی العدم
و السیف للضیم اعدام بھبّتہ
کالبدر یجلو الدجی بالنور فی الظلم
بھمۃ الملک المنصور منتصر
سیف لشرب دم الکفار کل ضمی
اکرم بہ ملکا للمسلمین غدا
کھف الانام مزیل الفقر و العدم

الخان سلطاننا عبد الحمید غدا
ذاالجود و الفضل و الاحسان و الکرم
طابت مناقبہ عمت فضائلہ
جلت مراتبہ من باریء النسم
لو لم یکن معشر الاسلام نصرتہٖ
للدین ما کنتم فی الامن و السلم
لو لاہ لم یبق للاسلام من شرف
و صرتم لا لی لحم علی وضم
خلیفۃ السلف المنصور دائمۃ
من آل عثمان خیر الناس کلھم
الناس من طینۃ فی الاصل و احدۃ
و قدرھم لعلی الاقدار فی الھمم
حریۃ النفس للانسان جوھرۃ
فقیمۃ المرء یعلو منہ فی القیم
الھند و الترک فالاسلام یشملھم
او لاہ فی سبب اعلاہ فی ذمم
بالاھل و المال سلطان غدا ملکا
بالعلم و الحلم و الافضال و الشیم

بشری لکم جاء نصر الله بغيتكم

طوبی لکم فلقد صرتم الی الامم

من کل سوء من الکفار ما منکم

فی کل معترک فی کل مزدحم

طغی النصاری علی ما کان یشملهم

من عدله بوجوه البر والکرم

فی ظل امن بخفض العیش رافعة

کفرا وبغیا علی ما کان من نعم

کانوا بمنزلة من فضله فبغوا

فضلا بهم فغدا بالسلم والسلم

لما رأی انه ما کان یردعهم

الا بقطع رؤس او بفل فم

ما جازاهم حیث مادانوا الامرهم

جزاء ما فعلوا الا بمنتقم

اما تری کیف صار البغی من حرب

عادت علیهم بسوء غیر منصرم

کانوا اصم عن النصح الذی سمعوا

صوت المدافع زاد الوقر فی الصمم

اجـــالهم حضـــرت لمـــا راوه بـــدا

بـــاعين الســـوء لا بـــاعين الســـقم

فمـــا راؤا احـــر بهم الا النكـــال لهـــم

ومـــا راؤا احـــالهم الا بطـــرف عمـــى

مـــن فـــى البنـــادق امطـــار الرصـــاص بـــدا

بهـــول رعـــد و لســـيب النـــار و الجمـــم

رجـــم مـــن الفـــوق بالا حجـــار مـــن بـــرد

اذ صـــب ســـوط عـــذاب الله بـــالنقم

كســـعى لا دبـــارهم مـــن بعـــد مـــا هـــربوا

مـــن كـــل غرثـــان طـــاوى العمـــر كـــل ضـــمى

وامطـــرت نارهـــا مـــاء احجارتهـــا

فجـــاش مـــن بحرهـــا مـــا صـــار بحـــر دم

جـــاء الســـيوف اليهـــم بعـــد مـــا دفعـــت

ســـيب المـــدافع مـــن نـــار بمنســـجم

فكـــبروا والله لما كـــان زحفهـــم

فصـــار ابلـــغ زلـــزال بكلهـــم

فاصـــبحوا الا يـــرىٰ الا مســـاكنهم

ولا يـــرى فيـــه غـــير الهـــدم و الـــرمم

فالعفو عن ذنبهم من بعد ما عجزوا

يا حسن مبتدء يا حسن مختتم

بيضتم عزة الاسلام منتصرا

من كل علج عراض القوم مقتحم

عبد الكريم لقد اكرمت ملّتنا

لانت ليث اسود الله كل كمى

نشاء الغزا فى سبيل الله اطربهم

من طَنّةِ السيف او من صلصل الحجم

ان شئت جددى فخذنا شئت من كثب

لو شئت خسفا فلا اسمع منهم ولم

الله سلمكم الله باركم

فدام ذالكم بالنون والقلم

اصوات هائلة فى الحرب قد صادت

صوت الدبادب عندى اطيب النِعم

فيا ليالى خوف قد مضت وقنبت

ويا صباح بخير جئت فابتسمى

بقاءهم لبقاء العالمين غدا

لو لم يقم رومنا فالهند لم يقم

حمایتہ لحمی الاسلام دائمۃ

قد بلغوا جہدہم من غیر ماسأم

دع کربلاء و بغداداو دع نجفا

قد ابلغوا جہدہم فی خدمۃ الحرم

امن الحجیج بعیش رافغ مع ما

قاموا بخدمۃ اہل العلم والحکم

النصر من عند ربی دائم لکم

قاموا لدفع النصاری خیر منتقم

یتم ربی نور المؤمنین ولو

تریدان یطفئوا انوارہم بفم

قم باسم ربک امنا فی کلائتہ

وادفع بکیدہم فی نحرہم فقم

موت الزمان حیاۃ العالمین بکم

قضاء ربی ذافی لاوفی نعم

الروس یخدعکم واللہ خادعہم

تعلہ بجروبیات بالصرم

لازلت منصورۃ واللہ ناصرکم

بنصرہ عند بدء او بمختتم

لازال جود سماء الجود منهمراً
بعاقب الامن للدنيا وللامم
لازال حاسدك المكبوت فی كرب
فی كل حين من الاحيان ملتزم
لولم نصل فليصل منا مدائحهم
النطق يسعد للاسعاد للقدم
يا نفس لاتدعی ماليس فيك ولا
تقومی بما قد قلت واتهمی
من اين للهند اعراب اللغی عربا
ما قلتها ليس الاغاية الندم
ان اعربت بضميری ذاك غايتها
وان اخلت بذا يا زلة القدم
يارب صل وسلم ما بدأو غدا
بالسيف نصر الهدی والدين والشيم
علی النبی نبی السيف هادينا
بالمؤمنين رؤف سيد الامم

❑❖❑

ایضاً للادیب الکامل المولانا ذوالفقار علی صاحب

و اھالک الملک السعید
کھف الوریٰ عبدالحمید
حامی الشریعۃ خادم
الحرمین مخدوم عمید
ماحی الشنیعۃ قاتل
الکفار ذو البطش الشدید
فلانت سلطان البریّۃ
و الملوک لک العبید
ابقاک ربک دائماً
بالعزو الشرف المزید
و عداک فی سکراتھم
او فی السلاسل من حدید
اذا انت عون الحق غوث
الخلق و الرکن الشدید

ولطالما فتكت جيو
شك كل كفار عنيد
وقتلتهم وهزمتهم
وقطعتهم حبل الوريد
ولقد سفكت دماءهم
حتى جرى بحر جديد
هذا وسيفك قائل
لدماءهم هل من مزيد
فاقطع رؤس الروس
رأس الكفر ملعون طريد
لاتكثرت بجموعهم
لن يوزنن غنم بسيد
خذهم وبدد شملهم
اذ كلهم غدر شريد
الله يخزيهم ويهلكهم
ويجعل كالحصيد
تعسا لهم سحقا لهم
من كل شيطان مريد
تالله جيشك يا حميد
فعن المصائب لاتحيد
ابطال حرب عندهم
يوم القتال كيوم عيد

یوم الوغی قرع الاسنة
عندهم تقبيل غيد
عبد الكريم اميرهم
ذو الباس و الرائ الشديد
هو للجنود اب كريم
للوغى ولد رشيد
شهم همام بارع
ليث الوغى بطل مجيد
فى كل معركة فريد
و لكل ملحمة عتيد
للضرب سيف قاطع
فى الحرب ليث او يزيد
فالله يظهره على
الكفار بالجيش النضيد
و اذا عزمت فثق به
فالله يفعل ما يريد
لا زلت فى حفظ المهيمن
ايها المولى الوحيد
بنبيه الهادى ملاذ
الخلق ذو الكرم المجيد

❑❖❑

حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی شاعری

❑ مولانا نسیم احمد فریدی

دنیائے علم واقف ہے کہ حضرت مولانا نانوتوی رحمہ اللہ مفسر، محدث، متکلم، صوفی اور زبردست مناظر تھے۔ ان کی تقریر وتحریر کے بہت سے نمونے علمی حلقوں سے خراجِ تحسین وصول کر رہے ہیں۔ ان کی محققانہ کاوشیں رہتی دنیا تک ان کا نام قایم رکھیں گی۔ ان کے تلامذہ اقصائے عالم میں آفتاب و ماہتاب بن کر چمکے۔ اسلام کی حمایت میں ان کے مناظرے ملتِ بیضا کی تقویت کا باعث ہوئے۔ ان کے ذریعے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی حکمت ومعرفت دارالعلوم دیوبند کے بام ودر پر جلوہ گر ہوئی اور آج بھی جلوہ گر ہے۔ یہ تمام خصوصیات اظہر من الشمس ہیں، لیکن مولانا کا ایک کمال اور قادرالکلام شاعر ہونا قریب قریب نظروں سے اوجھل ہے۔ گو شعر وشاعری ان امتیازات کے ہوتے ہوئے مولانا کے لیے کچھ زیادہ موجبِ عزت نہ ہو، لیکن پھر بھی ایک فن ہے اور بہت سے بزرگوں نے اس فن میں اپنی جولانی طبع کی کرشمہ سازیاں دکھلائی ہیں۔ مولانا کے کلام کا ایک مختصر مجموعہ 'قصائدِ قاسمی' کے نام سے چھپ چکا ہے، جس میں ایک نعتیہ قصیدہ شاہ کار کی حیثیت رکھتا ہے، پھر بھی ذوقِ شعر کا پتا چلانے کے لیے یہ مجموعہ کافی نہیں ہے۔

ایک طرف حضرت نانوتویؒ نے اردو نثر کو علمی وفنی اصطلاحات کے خزانے عطا فرمائے، اس کو معارفِ لدنیہ کا حامل بنایا، 'قبلہ نما' بہ طور تحفہ پیش کیا، 'آبِ حیات' کے جُرعہ ہائے حیات بخش پلائے، اس زبان میں اونچے اور مشکل مضامین کے علاوہ اپنی سادہ کلامی کے عمدہ نمونے پیش کیے۔ دوسری طرف اردو نظم کے دامن کو اعلیٰ تخیل اور بلند جذبات سے زینت بخشی۔ اگر مولانا نانوتویؒ کا پورا مجموعۂ کلام دست یاب ہوجاتا، تو میں اپنے اس دعوے میں کامیاب ہوجاتا کہ وہ اپنے زمانے کے دہلی کے بڑے بڑے شعرا سے قادرالکلامی میں کسی طرح کم نہیں ہیں۔ آخر وہ مولانا مملوک علی صاحب نانوتویؒ جیسے ادیبِ وقت کے شاگرِ رشید تھے، جنھوں نے دیگر علوم کے علاوہ علم وادب بھی شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کے ایک ذہین شاگرد مولانا رشید الدین دہلویؒ سے حاصل کیا تھا۔ مولانا مملوک علیؒ دہلی کے بعض ان مشاعروں میں شریک ہوئے ہیں، جو بادشاہِ دہلی کی سرپرستی میں دہلی میں منعقد ہوتے رہتے تھے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ کی اطیب النعم اور حضرت شاہ عبدالعزیزؒ کے عربی اشعار سے ان کے ذوقِ ادب کی فراوانی کا پتا چلتا ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے مولانا فضلِ حق خیرآبادیؒ کے عربی اشعار پر اصلاح دی ہے، اسی کا اثر ہے 'کوثورۃ الہندیہ' کی نظم و نثرِ عربی انتہائی مؤثر ہے اور اہلِ فہم کو خون کے آنسو رُلاتی ہے۔ خاندانِ ولی اللٰہی کے فیض یافتہ ہونے اور خداداد صلاحیت کے باعث حضرت مولانا نانوتویؒ کا کلامِ عربی بھی نہایت پُر تاثیر اور پُرکیف ہے۔ ۱۸۵۷ء سے کچھ عرصے بعد تک فارسی علمی حلقوں میں کافی رائج تھی۔ شعر وسخن میں اس زبان کے جوہر دکھائے جاتے تھے، اسی لیے حضرت مولانا نے نثر کے علاوہ نظم کو بھی قندِ پارس سے لذت یاب فرمایا ہے۔ رہی اردو وہ ان کے زمانے میں ارتقائی

منازل طے کر رہی تھی۔ ملک کی عام فہم زبان تھی۔ دہلی' جو اردو زبان کا عظیم الشان مرکز ہے۔ مولانا تعلیم کے زمانے میں وہاں برسوں رہے ہیں، پھر وہ کس طرح اس زبان کو اپنی شیریں کلامی سے فیض یابی کا موقع نہ دیتے۔ حضرت مولانا نانوتویؒ کے ایک شاگرد (جو بعد کو حضرت امروہیؒ کے یہاں مدرسہ شاہی، مرادآباد میں فارغ التحصیل ہوئے، حضرت مولانا حافظ عبد الرحمن صاحب صدیقی مفسرِ امروہیؒ) سے بھی حضرت قاسم العلومؒ کے ذوقِ شعر و ادب کا پتا چلتا رہتا تھا۔ حضرت حافظ صاحبؒ جو کہ اکابرِ دیوبند' خصوصاً مولانا نانوتویؒ کے آخری چند سال کی ایک جیتی جاگتی تاریخ تھے، فرماتے تھے کہ مولانا نانوتویؒ نے دیوان اللہ دیے کی فرمایش پر ایک مثنوی لکھی تھی، جو پانچ سو اشعار پر مشتمل تھی، اس کا ایک شعر یہ ہے ؎

ضعف سے ہو گیا دم رفتار
تن کو سائے کا تھامنا دشوار

اس کے قریب ہی زمانے میں مولانا (رشید احمد) گنگوہیؒ نے 'ہدایۃ الشیعہ' تصنیف فرمائی، اس کو ملاحظہ کر کے (مولانا نانوتویؒ نے) فرمایا کہ مولانا گنگوہیؒ دین کا یہ کام کر رہے ہیں اور میں نے مثنوی لکھی ہے، فوراً وہ مثنوی منگوائی اور جلا دی۔ ایک مرتبہ حافظ صاحبؒ نے فرمایا کہ حضرت مولانا نانوتویؒ کے ساتھ مظفر نگر گیا تھا، جیل خانے کے قریب ایک مکان میں مولانا فروکش تھے۔ ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ میں دوپہر کو سو رہا تھا، آنکھ کھلی تو دیکھا مولانا کے کاغذات رکھے ہیں اور خود کسی ضرورت سے کہیں گئے ہیں۔ میں نے کاغذات کو دیکھا تو دو غزلیں تھیں، جو مختلف ردیف و قافیے کی تھیں۔ ایک مرتبہ حافظ صاحبؒ نے مولانا نانوتویؒ کے چند اشعار سنائے، جو ان پیش کردہ غزلوں میں موجود ہیں۔ علاوہ ازیں مولانا کی ایک

غزل کا، جو ذوقؔ کی غزل پر لکھی تھی، ایک شعر سنایا۔ ذوق کی غزل کا مطلع یہ ہے ؎

بلبل ہوں صحنِ باغ سے دور اور شکستہ پر
پروانہ ہوں چراغ سے دور اور شکستہ پر

(ذوق دہلوی)

اس زمین میں حضرت مولانا نانوتویؒ کا صرف ایک شعر جو حضرت حافظ صاحبؒ کو یاد رہ گیا تھا، یہ ہے ؎

میں کیا کروں کہ پر ترے ناوک کا جل گیا
رکھنا تھا اس کو داغ سے دور اور شکستہ پر

(مولانا نانوتوی)

اب میں حضرتِ والا کا غیر مطبوعہ کلام پیش کرتا ہوں۔ اس کی دو نقلیں کتب خانہ پھلاودہ میں ہیں، تیسری نقل میرے پاس ہے۔ مجھے مولوی سید عبدالمغنی سے معلوم ہوا کہ مولانا کے کلام کی ایک ضخیم بیاض ان کے پاس اور تھی، جس کو انھوں نے ایک صاحب کو عاریۃً دے دیا ہے۔ اگر وہ بیاض بھی میرے سامنے ہوتی تو میں اس سے زیادہ کلام پیش کرنے کی سعادت حاصل کر سکتا۔ اس موجودہ مختصر مجموعے میں چھے غزلیں اُردو کی، دو فارسی کی اور آٹھ عربی کی نظمیں ہیں۔ اس میں سے اردو کی چند غزلیں اور عربی کلام کا اقتباس پیش کروں گا۔ عربی کے اشعار کافی تعداد میں موجود ہونے کے باوجود کم پیش کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ناقلین و کاتبین سے کتابت میں بہت اغلاط واقع ہو گئے ہیں۔ وہ اغلاط کافی غور و خوض کے بعد رفع ہو سکتے ہیں۔ پھر عربی اشعار کا سلیس اردو ترجمہ بھی متوسط طبقے کے لیے ضروری تھا، بنا بریں تمام حاصل کردہ کلام پیش نہیں کیا گیا۔

کلامِ اردو

(۱)

جما کر تیری صورت رو بہ رو ہم
کیا کرتے ہیں پہروں گفتگو ہم
کیا کرتے ہیں کہنا، نامہ بر یاد
رخِ گلفام و زلف مشک بو ہم
اگر یوں ہی کٹی یہ زندگانی
تو لے جائیں گے کیا کیا آرزو ہم
نگاہِ لطف کے ہیں زخم دل میں
کریں اسے چارہ گر کیوں کر رفو ہم
پڑا رہنے دے اسے شوق دل آرام
ابھی بیٹھے ہیں پھر کر چار سو ہم
بس اتنا تنگ مت کر وحشتِ دل
لیے بیٹھے ہیں اپنی آبرو ہم

لبِ شیریں سے خود کامی تو معلوم
پئیں گے ہمدم اب اپنا لہو ہم
نہ جاناں ہے نہ جاں ہے اور نہ دل ہے
کریں کس کس کی یا رب جستجو ہم
پسِ تشہیر مشتِ خاکِ قاسمؔ
اڑائیں گے کہیں بھی کو بہ کو ہم

(۲)

اگر مشق ستم کو واں نشانہ چاہیے کوئی
تو مرجانے کو ہم کو بھی نشانہ چاہیے کوئی
کسی کا حال کچھ ہو اور کسی پر کچھ گزر جائے
مگر زلفوں کے سلجھانے کو نشانہ چاہیے کوئی
ہمارا غم غلط ہو یا نہ ہو ہمدم سے پر تم کو
تغافل کے لیے ہم سے بہانہ چاہیے کوئی
یہ مانا قاسمؔ آزاد وحشی ہے مگر سنیے
وحوشِ دشت و صحرا کو بھی خانہ چاہیے کوئی

(۳)

یوں حسن میں ہیں اور بھی کم اور زیادہ
پر آپ میں ہے طرزِ ستم اور زیادہ
جوں سایہ نمود اپنی تمھیں سے ہے وگر نہ
کچھ ہم میں نہیں غیر عدم اور زیادہ
وہ پیار کی باتوں میں خفا ہو گیا یا رب
تھی ہم کو تو امیدِ کرم اور زیادہ
ہے عمرِ رواں راہِ عدم جتنے بڑھے ہم
اتنے ہی بڑھے سوئے عدم اور زیادہ
اے چارہ گر عشق نہ کر وصل کی تدبیر
کھو دیں گے مجھے لطفِ صنم اور زیادہ
کچھ ناز کا دعویٰ ہے اگر اپنا سمجھ کر
تو وھاں تمھیں اپنی ہی قسم اور زیادہ
کیا کر کے رہے دیکھیے **قاسمؔ** یہ محبت
زندہ رہے ہم گر کوئی دم اور زیادہ

(۴)

عاشقوں سے وہ صنم کیا شاد ہو
گر کسی کو شکوۂ بے داد ہو
قتل عاشق ایک پرانی بات ہے
ہاں ستم گر کچھ نئی ایجاد ہو
آرزوئیں ہو گئیں سینے میں خاک
دل لگا کر خار کوئی شاد ہو
اپنی مشتِ خاک اور یہ آرزو
کوچۂ دل دار میں برباد ہو
بھول کر دیکھیں کہو تو ہم اگر
بھول جانا انتقامِ یاد ہو
بے نیازی کا مزہ جانے وہی
جس کے سینے میں دلِ نا شاد ہو
قاسمؔ دیوانہ میں دیکھی یہ بات
کشتۂ غم ہو کے غم میں شاد ہو

(۵)

رقیب مہر کے قابل عدو وفا کے لیے
بنے تھے ہم ہی فقط آپ کی جفا کے لیے
کھڑے کھڑے گہ و بے گاہ کا تِرا آنا
بلائے تازہ ہے اِک جانِ مبتلا کے لیے
تفقد اُس کا تمھیں اپنے آپ لازم ہے
زبان ہل نہ سکے جس کی التجا کے لیے
ہمیں تو صبر کو کہتے ہیں شیخ و واعظ سب
انھیں تو کوئی بھی کہتا نہیں وفا کے لیے
وہ بات کیا ہے کہ مر کر بھی قاتل بے رحم
قتیل ترے تڑپتے رہے جفا کے لیے
جفا بجائے وفا اور ستم بجائے کرم
ہُوا کہیں بھی کسی کے یہ آشنا کے لیے
جفائیں کیجیے پر تم کو زیب دیتا ہے
جفا بھی ہووے تو قاسمؔ سے باوفا کے لیے

کلامِ فارسی

(۱)

ساقیا سیرم زمے خاکِ در مے خانہ ام
از لبِ شیریں بدہ لذت بہ یک پیما نہ ام
جان یا جاناں بگو خوانم ترا یا جانِ جاں
اصطلاحِ شوق بسیار است و من دیوانہ ام
از منِ خستہ چہ می پرسی کہ قاسمؔ کیستی
گر گلی من بلبلم در شمع تو پروانہ ام

(۲)

از جنوں دست در گریباں ست
خارِ صحرا بہ شوق واماں ست
گردشِ بخت و دورہ گردوں
فتنۂ کاکلِ پریشاں ست
سینۂ چاک و خندۂ ناز
دلِ بے تاب و نوک مژگاں ست

دلِ بے تاب من مبارک باد
کہ بکارِ تو چشم فتّاں ست
جاں بہ لب آمد و اجل بر سر
واں مسیحا بکار و گراں ست
نیم جاں کرد و رفت باز ندید
باز زاں شوخ چشمِ درماں ست
ہم نفس در عدم چہ دولت بود
کشتہ ناز باز شاداں ست
گر رمیدی ز خستہ ات چہ عجب
بوئے گل ہم ز گل گریزاں ست
شکوۂ رفتنش چرائے دل
رفتن از تن چو کارِ ہر جاں ست
مرضِ عشق و یار دور و دراز
نہ مسیحا نہ آبِ حیواں ست
کشتۂ ناز را شکایت نیست
آں پری پوش چرا پشیماں ست
قاسمؔ از کوچہ اش چہ کارت را
مسکن وحشیاں بیاباں ست

کلامِ عربی

من لم یسخر بالبکاء حبیبۂ
للالتفات فقد اضاع نحیبۂ
یانفس مالکِ تجزعین تجملی
ذاکان منہ نصیباً و نصیبۂ
دع عنک ویلک ذکرۂ و حدیثۂ
واترک رجاک بعیدۂ و قریبۂ
فرجاک مقطوع و شوقک ضائع
والبصیر ان صابرت لیس مصیبۂ
ان جاء جاء مجہزاً لذباھۂ
کالبدر یطلع یستمیل مغیبۂ
بابی و امی لاتزور لنا فھل
ابقیت شیئاً تشتھی تخریبۂ
فالموت من شوق الوصال اخف من
عیش بالآم الفراق عقیبۂ

(ماہ نامہ انوارِ مدینہ، جلد: 1، شمارہ: 6، 7، بابت: نومبر، دسمبر 1970ء)

❑❖❑

حجۃ الاسلام اکیڈمی

دارالعلوم وقف دیوبند

اسلام نے اپنی تاریخ میں ہرآن اور ہرلمحہ یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ اس کا چمن ہر موسم میں نئے نئے پھول کھلاسکتا ہے۔عقل وادراک کے کارواں نے نقل ووحی کی روشنی میں سفر شروع کیا ہے، اس کے سامنے علم وحکمت، فکر وبصیرت اور فضل وکمال کی ایک وسیع الآفاق کائنات بے نقاب ہوتی چلی گئی۔عقل ونقل کے اس حیرت زدہ ارتباط، اور روایت ودرایت کے اس محیر العقول اتفاق نے ابتدائے اسلام میں رجالِ دین کا ایک کہکشانی افق دریافت کیا، جس کو کرۂ ارضی پر ''اصحابِ رسول'' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے جانا گیا، اور اس پاکیزہ گروہِ انسانی کے پایۂ استناد کو الم نشرح کرنے کے لیے ربِّ کائنات نے ''رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ'' کی شہادتِ افتخار اور سندِ اعزاز سے سرفراز فرمایا۔

اسلام کے اس عہدِ زریں کے بعد پھر ہر دور میں سیدنا الامام الاعظم ابوحنیفہؒ، سیدنا الامام مالک بن انسؒ، سیدنا الامام الشافعیؒ اور امام غزالیؒ جیسی شخصیات وجود میں آئیں۔ تیرہویں صدی کے موسم اور دینی احوال کے مناسب حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتوی علیہ الرحمہ کو وجود بخشا۔ حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ اس بزم میں گو آخر میں آئے؛ لیکن پیچھے نہیں بیٹھے۔ انہوں نے اپنی خداداد صلاحیتوں اور حیرت انگیز علم وحکمت کی بلندیوں سے ہر دور کے اساطینِ علم اور رجالِ معرفت کی تصویر پیش کی۔

دارالعلوم دیوبند کی تاسیس کے انقلابی کارنامے اور برِّ صغیر میں دین کی وقیع اور رفیع خدمات کے حوالے سے وہ کون شخص ہے، جو ان کے بارِ احسان سے زیر بار، اور ان کے دینی وتعلیمی کارناموں کا منت کش نہیں ہے۔ضرورت تھی کہ حجۃ الاسلام الامام محمد قاسم النانوتویؒ کے علوم ومعارف اور افکار کو سہل زبان میں پیش کیا جائے، ان کی شخصیت اور انقلابی کارناموں سے دنیا کو متعارف کرایا جائے۔ یہ ایک ایسا اہم اور گراں قدر کام تھا کہ جس کی انجام دہی حلقۂ دارالعلوم دیوبند، قاسمی برادری اور فکرِ دیوبند کے ہر علمبردار کے کاندھوں پر فرض اور قرض کے درجے سے کم نہ تھی۔

حجۃ الاسلام اکیڈمی کا قیام بھی اسی سلسلہ کی ایک مفید کڑی ہے، حجۃ الاسلام اکیڈمی، دارالعلوم وقف دیوبند کو اس قلیل مدت کے اندر اربابِ علم ودانش کے حلقوں میں جو مقام حاصل ہوا ہے وہ خالص نصرتِ الٰہی ہی ہے۔خدا تعالیٰ کے فضل عمیم کا نتیجہ ہے۔

إحياء تراث السلف

مجمع حجة الإسلام

- للبحث والتحقيق -

Published by

Ḥujjat al-Islām Academy

Al-jamia al-islamia Darululoom Waqf, Deoband

Eidgah Road, P.O. Deoband-247554, Distt.: Saharanpur U.P. India

Tel: +91-1336-222352, Mob.: +91-9897076726

Website: www.dud.edu.in

E-mail: hujjatulislamacademy@dud.edu.in, hujjatulislamacademy2013@gmail.com